رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۷۴۶ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

سال ششم — خاص نمبر — نمبر ۷

سالانہ چندہ تین روپیہ — ششماہی چندہ ۱عہ

ایمان

اسباب زوال امت

از

علامہ امیر شکیب ارسلان مدظلہ العالی

فہرست مضامین

یوم النبیؐ سے پہلے آپ اپنے شہر میں سیرت کمیٹی بنائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بلّغوا عنّی ولو آیۃ (جس کو میرے متعلق ایک جملہ معلوم ہے وہ اُسے دوسروں تک پہنچا دے) فرزندانِ اسلام کا فرض ہے کہ وہ حضرت رحمۃ للعالمینؐ کے اس حکم کی اطاعت کیلئے اپنے شہروں میں سیرت کمیٹیاں قائم کریں جس شہر میں سترہ اشخاص اور گاؤں میں پانچ مسلمان تحریکِ سیرت کے ممبر بن جائیں، وہاں سیرت کمیٹی قائم ہو سکتی ہے۔ ممبر کیلئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے شہر کی سیرت کمیٹی کو سال کے بعد صرف چار آنہ فیس ممبری ادا کرے۔ دوم یہ کہ مرکزی سیرت کمیٹی سے تعلق رکھنے اور تحریک کے حالات سے باخبر رہنے کی خاطر ہر پندرہ دن میں ایک آنہ دیکر اخبار ایمان خرید لیا کرے۔ دردمند مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہر میں کم از کم سترہ ممبر بنائیں اور سیرت کمیٹی قائم کرکے سیرت نبویؐ کی اشاعت کے نظام مسنونہ میں داخل حسنات ہوں۔ فارم ممبری اور تحریک کا نظام نامہ سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور سے مفت طلب فرمائیں

سیرت کمیٹی پٹی کی خدمات

۱۔ سیرت نبوی کا ۲۲ زبانوں میں ترجمہ شائع کرایا گیا۔

۲۔ سیرت نبوی کی ۱۵ لاکھ کاپیاں مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرائی گئیں۔

۳۔ تمام کائنات میں جلسہ ہائے سیرت کی تنظیم کی گئی تاکہ رسول اللہ کی شان بلند ہو۔

۴۔ ہندوستان اور دنیائے اسلام میں پورے دو سو کے قریب اشاعت سیرت کے مرکز قائم کئے گئے۔

۵۔ دنیائے اسلام کے سات ممالک میں مسلمین کے ذریعہ سے تحریک یوم النبی کی اشاعت کی گئی اور شاہان اسلام سے تحریک کی تائید کا وعدہ لیا گیا۔

۶۔ ریڈیو کے تین سٹیشنوں سے تمام دنیا میں تقاریر سیرت براڈکاسٹ کرائی جاتی ہیں۔

۷۔ سات ہزار مساجد میں وقت کے مطابق خطبات عیدین کی اہم ہزار کتابیں مفت تقسیم کی گئیں۔

۸۔ تمام ملک میں تنظیم مساجد اور وحدت خطبات کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

۹۔ مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کیلئے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی اقتصادی رپورٹ (مسلمانوں کے افلاس کا علاج) کی ۲ ہزار جلدیں مفت تقسیم کی گئیں۔

۱۰۔ چار سو اصلاحی مضامین کی سات ہزار نقول دنیا بھر کے اسلامی اخبارات میں شائع کرائی گئیں۔

۱۱۔ کمیٹی نے آٹھ ہزار روپیہ نقد وقف کیا ہے تاکہ اشاعت سیرت کا نظام اسی طرح جاری رہے۔

مسلمانوں ان مخلص اور سنجیدہ خدمات کی جزا کیا ہے؟ صرف یہ کہ جس مرکز سے یہ خدمات انجام پا رہی ہیں، اُسے مضبوط کیا جائے۔ سیرت کمیٹی کسی سے چندہ طلب نہیں کرتی۔ کمیٹی کی امداد کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ آپ آئندہ یوم النبی پر جو ۱۲ ربیع الاول (مطابق ۳ جون ۱۹۳۶ء) کو منعقد ہوگا مرکزی سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور سے اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں سیرت کی تقریریں منگوائیں اور مفت تقسیم کریں۔ قیمت ۵۰ روپیہ فی ہزار، ۶ روپیہ فی سیکڑہ، محصول ڈاک الگ۔ علیحدہ علیحدہ تقریریں منگوائیں۔

سکرٹری سیرت کمیٹی پٹی۔ ضلع لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

یہ کتاب دُنیائے اسلام کے سب سے بڑے ادیب، انشاء پرداز اور شارح کی تصنیف ہے یعنی امیر البیان علامہ امیر شکیب ارسلان کی اِس کتاب کے ترجمہ کا فخر مولانا احسان سامی حقی بک کو حاصل ہُوا ہے۔ دونوں بزرگ ہماری دلی شکرگذاریوں کے مستحق ہیں۔

مولٰنا احسان فرماتے ہیں کہ مشرق و مغرب کی نہایت ہی گہری سیاحتوں کے بعد مجھے یہ خیال امنگیز ہوا کہ کوئی ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو مسلمانانِ عالم پر ان کے تمام راز منکشف کر کے انہیں اصلاحِ حال پر آمادہ کر سکے۔ میں اِس خیال میں منہمک تھا، کہ علامہ امیر شکیب ارسلان کی تصنیف نظر سے گذری اور میں اپنے ارادہ سے دست بردار ہو گیا۔ میں نے آج تک دُنیائے اسلام کے حالات پر اِس سے بہتر اور افضل کتاب نہیں دیکھی۔

اِس عظیم الشان سلسلۂ مضامین کی وجہ تصنیف بھی عجیب ہے جزیرہ ممبس (جاوا) کے ایک بزرگ مسلمان نے جو مقامی مہاراجہ کے شیخ الاسلام تھے اور جن کا اسمِ گرامی مولوی محمد بسیونی عمران صاحب ہے، علامہ محمد رشید رضا صاحبؒ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا۔

"آپ امیر البیان علامہ امیر شکیب ارسلان صاحب کو مجبور کیجئے کہ "المنار" میں ایک سلسلۂ مضمون تحریر فرمائیں اور اس میں جواب دیں کہ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی زوال کے اسباب کیا ہیں؟ کیوں دُنیا کے عیں

یوم النبیؐ کی آمد آمد

تازہ کن با مصطفٰے پیمان خویش

سیرت کمیٹی کی امداد کرو۔ سیرت کمیٹی کو مضبوط بناؤ۔ اس لئے کہ سیرت کمیٹی، تمام کائنات عالم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی اشاعت کر رہی ہے۔

غور کرو کہ آپ نے اپنی ذاتی بزرگی اور بڑائی کے اظہار کیلئے آج تک کیا کیا کوششیں کی ہیں اگر روپیہ موجود نہ تھا تو آپ نے جائداد بیچ دی ہوگی، زیور گروی رکھ دیا ہوگا اور ہر ممکن کوشش اور تکلیف سے قرض اُٹھانے کا انتظام کیا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تبلیغ کیلئے بھی کبھی آج تک آپ نے ایسی کوشش کی ؟ یہ کافی نہیں کہ آپ اپنے سر کو دونوں کندھوں کی طرف ہلا کر یہ کہدیں کہ "ایسی کوشش کبھی نہیں کی" اس لئے کہ آپ کی دنیا اور آخرت کی ذمہ واری کا سوال ہے۔ سر ہلا دینے سے یہ ذمہ واری ٹل نہیں سکتی۔

مَیں ہر ایک مسلمان سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ کی جائداد اور کمائی میں آپ کے بیٹے کا حصّہ بھی موجود ہے، بیٹی کا حصّہ بھی موجود ہے، دوستوں کا حصّہ بھی موجود ہے مگر کیا حضرت محمد صلعم کا بھی کوئی حصّہ موجود ہے ؟ اگر موجود ہے تو پھر مردانگی کے ساتھ اس حصّے کو ادا کریں، جس کی احسن ترین صورت یہ ہے کہ نظام سیرت کو دنیا میں عام کیا جائے تاکہ اپنے اور بیگانے سب لوگ حضورؐ کی بزرگیوں سے آگاہ ہوں اور ان کے دل عقیدت اور محبت کیلئے جھک جائیں۔

برادرانِ ملت الیوم النبیؐ قریب آگیا ہے۔ اس مبارک دن کی خدمت کیلئے ابھی سے تیار ہو جائیں۔ ہر مسلمان کے سامنے دو کام ہیں ایک یہ کہ پوری کوشش کی جائے کہ یوم النبیؐ کا جلسہ ہر لحاظ سے مفید شاندار اور کامیاب ثابت ہو۔ دوسرا کام یہ ہے کہ اس مبارک تقریب پر ہر شہر اور علاقہ میں اس وُسعت اور کثرت سے سیرت کی تقریریں معت لقسیم کی جائیں کہ ہر ایک تعلیم یافتہ مرد اور عورت تک سیرت نبویؐ کا پیغام پہنچ جائے۔ ہدیہ تقریر سیرت :- ۵۰ روپیہ فی ہزار ۶ روپیہ فی سینکڑہ محصول ڈاک الگ۔ علماء کی ۲۶ کتب طلب فرمائیں۔ سیکرٹری سیرت کمیٹی پٹی۔ ضلع لاہور

زوالِ اُمت کا پہلا سبب

جانی اور مالی قربانی سے پہلوتہی

مسلمانانِ عالم کی حالت

مسلمانوں کا زوال اور کمزوری، صرف جاوا اور ملایا کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے، وُہ مشرقی ہوں یا مغربی، ایک امر عام ہے اور اگر اس میں کچھ فرق ہے تو کمی بیشی کا فرق ہے یعنی کہیں بہت زیادہ ہے، کہیں بہت کم ہے۔ کہیں سخت خطرناک ہے اور کہیں کم خطرناک ہے۔ مختصراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس صدی کے مسلمانوں کی حالت دنیوی، دینی، مادی، رُوحانی کسی رنگ میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ چند مستثنیات کے سوا، مسلمان اور غیر مسلم جہاں کہیں مل کر آباد ہیں، مسلمان اغیار کے بالمقابل ہمیشہ اور ہر لحاظ سے پیچھے ہیں بلکہ میں اس زمانہ کے مسلمانوں میں سے کوئی ایسی قوم نہیں جانتا جو اغیار کے ساتھ ہو اور اغیار کے ہم پلہ ہو، سوائے بوسنہ کے مسلمانوں کے، جو اپنے کیتھولک اور آرتھوڈکس عیسائی ہم وطنوں سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہیں بلکہ دونوں سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح روس کے مسلمان اپنے عیسائی ہم وطنوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں، مگر آذربائیجان کے مسلمان تو جنگ عظیم سے پہلے وہاں کے عیسائیوں سے بہتر تھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یا جارجیا جیسی قوم بہت پس ماندہ ہے تاہم وہاں کے مسلمانوں کی حالت مذکورہ سے بہتر ہو سکتی ہے بشرطیکہ ان کی اب تک وہی حالت ہو جو جنگ سے قبل تھی۔ ان ملکوں کے علاوہ ہم اور بھی دیکھیں تو وہیں مسلمانوں کی حالت اپنے ہم وطنوں سے بدرجہا پست نظر آتی ہے

ہاں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنگاپور کے مسلمان، وہاں کی دیگر اقوام سے حتیٰ کہ خود انگریزوں سے بھی زیادہ دولت مند ہیں۔ مجھے اس امر کا کافی علم نہیں ہے، تاہم اگر یہ صحیح بھی ہو تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہمارے دعوے میں کوئی خاص فرق پیدا کر سکے

ہر جگہ مسلمان ذلیل و خوار نظر آتے ہیں، درآں حالیکہ اس قوم سے اللہ تعالےٰ کا وعدہ تھا "وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ" ط یعنی عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسولؐ کے لئے ہے اور مسلمانوں کے لئے ہے۔ سوال یہ ہے کہ موجودہ مسلمانوں کی ذلیل حالت میں نظریہ آیت کیونکر صحیح کہی جاسکتی ہے؟"

علامہ رشید رضا مرحوم نے مولوی محمد عمر بسیونی عمران کا اصل مکتوب حضرت امیر البیان کی خدمت میں بھیج دیا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ "المنار" کے کالموں میں مذکورہ بالا سوالوں کا جواب دیں۔ امیر البیان انہی دنوں ہسپانیہ، اندلس، مغرب الاقصےٰ وغیرہ ممالک کی سیاحت سے تشریف لائے تھے۔ آپ کا دردمند دل مسلمانوں کے زوال سے بھرا ہوا تھا۔ جونہی کہ علامہ رشید رضا مرحوم کا مکتوب آپ کو ملا۔ دل کا درد بے اختیار قلم کے راستے سے بہہ گیا۔ اب اسی دردِ دل کو سیرت کمیٹی مسلمانانِ ہندوستان کی خدمت میں پیش کر رہی ہے اور یقین رکھتی ہے کہ تمام ملک کے طول و عرض میں اس مضمون کو درد و عبرت کی نظر سے پڑھا جائیگا۔

طالب مغفرت
عبد المجید قریشی

کی خونریز لڑائیوں اور بنی اُمیّہ اور ابن زبیر کی ہلاکت خیز جنگوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا تمام عالم کے عاقلوں، تاریخ دانوں، فلاسفروں اور بڑے بڑے فاتحوں کی عقلوں کو حیرہ کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ چنانچہ یورپ کا فاتح اعظم نپولین بوناپارٹ، مسلمانوں کے اس اٹھان پر ہمیشہ حیران رہا اور اس بارے میں اس کی رائے مشہور ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو از سر نو پیدا کیا تھا اور انہیں ایک ہاتھ میں قرآن کریم اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دے کر فرمایا کہ جاؤ اور دنیا کو فتح کر لو، حکومت کرو اور فائدے اٹھاؤ۔

اسلام کے بعد عربوں کی فتوحات اور اخلاق فاضلہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ تاریخوں میں ذکر کیا گیا ہے، وہ صحیح ہے اور اس کے آثار بھی اب تک باقی ہیں، اس بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ عربوں کا تمدن، دنیا میں اس قدر پرانا ہے کہ لکھنا پڑھنا انہی کے ہاں سے شروع ہوا تھا۔ تاہم اس امر میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا تمدن اور ان کے کارنامے صرف عرب اور نواح عرب تک محدود رہے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک اور شبہ نہیں ہے کہ عربوں پر ایسا زمانہ بھی گذر چکا ہے جبکہ اجنبی لوگ اُن کے گھروں کے اندر آگھسے، اُن پر اپنی حکومت قائم کی اور انہیں ذلیل کر ڈالا۔ چنانچہ ایک زمانہ میں عجمیوں کا یمن، عمان اور حیرہ پر، حبشیوں کا یمن پر اور رومیوں کا نواح حجاز اور شام پر قبضہ تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ عرب لوگ کبھی بھی اسلام سے پہلے نہ تو صحیح معنوں میں خود مختار ہوئے نہ دُور دراز ملکوں میں مشہور تھے اور نہ تاریخ عالم کی فاتح اقوام میں تھے مگر اسلام کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل یہ سب کچھ ہو گیا اور دنیا نے اُسے تسلیم کیا۔

آئیے! اُن وجوہات کی تلاش کریں جو مسلمانوں کے عروج اور اٹھان کا باعث ہوئے اور جن کے ذریعہ سے انہوں نے دنیا کو فتح کیا اور ترقی اور عزت کے اعلیٰ درجہ تک پہنچے اور اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ آیا وہ فاتحانہ اوصاف اب بھی مسلمانوں میں موجود ہیں یا نہیں؟

کچھ شک نہیں کہ آج کل عالمِ اسلامی میں کئی مادی اور رُوحانی تحریکات رونما ہیں اور ہر جگہ ایک قابل قدر بیداری نظر آرہی ہے ۔ یہ بیداری ایسی ہے، جیسے دُنیائے فرنگ خوب اچھی طرح سمجھ رہی ہے بلکہ گھبرا رہی ہے اور اس کی یہ گھبراہٹ اہل یورپ کی تصانیف سے عیاں ہے ۔ لیکن اس تحریک بیداری نے ابھی تک مسلمانوں کو اس قابل نہیں بنایا کہ وہ یورپ، امریکہ اور جاپان کے باشندوں کے برابر کہے جاسکیں۔

اب جب کہ یہ حقیقت صاف ہوگئی اور ہم پر مسلمانانِ عالم کا زوالِ عام ثابت ہوگیا تو ہمیں ان اسباب کو تلاش کرنا چاہئے، جن کی موجودگی نے اسلام کو دُنیا میں ایک ہزار سال تک سرداری کرنے کا اہل بنا دیا تھا اور جس کی عدم موجودگی نے مسلمانوں کو مشرق سے لے کر مغرب تک دُنیا کا واحد آقا بنا دینے کے بعد، اب اس قدر ذلیل و خوار کر دیا ہے کہ وہ تمام اقوامِ عالم کے پیچھے رہے جاتے ہیں یہاں ہم تنزل کے وجوہات کا ذکر کرنے سے پیشتر، ترقی کے اسباب بیان کرنا چاہتے ہیں ۔

مسلمان کے گذشتہ عروج کے اسباب

مسلمانوں کی گذشتہ ترقیات کا باعث حقیقی، جزیرۃ العرب میں اسلام کا ظاہر ہونا تھا ۔ چنانچہ اسلام نے عربوں کے مختلف فرقوں کو ایک قوم بنا دیا، ان کی وحشیانہ زندگی کو متمدن زندگی سے بدل دیا، سخت دلوں کو نرم سادہ بنا اور بُت پرستوں کو خدائے واحد کے سامنے جھکا دیا۔ مختصراً یہ کہئے کہ ان کی پہلی رُوحیں کھینچ لیں اور بالکل نئی رُوحیں اُن کے جسموں میں داخل کر دیں ۔ اب اُن میں اس قدر طاقت پیدا ہوگئی کہ جس سے وہ عزت و شان، علم و ہنر اور دولت و ثروت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئے اور پچاس سال کے عرصے میں آدھی دُنیا کو فتح کرلیا اگر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخر میں اور حضرت علیؓ کی خلافت کے دوران میں نفاق باہمی کی تخم ریزی نہ ہوئی ہوتی تو مسلمان ضرور تمام دُنیا کو فتح کر لیتے ۔

مسلمانوں کے پچاس یا ستر سال کے کارنامے جن کی قوت کو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ

اگر خدا کسی کو بغیر کوشش اور محنت کے امداد دیتا تو اپنے رسول حضرت محمدؐ کو لڑائیاں کرنے کے بغیر امداد دیتا اور ظاہری سامانوں کے بغیر دشمنوں پر کامیاب کر دیتا مگر تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہوا۔

ذرا اسی حالت کو ملاحظہ کرو۔ تمہارے پاس خدا کے لئے سو حصّے موجود ہیں، مگر تم سو میں سے بمشکل ایک یا دو حصّے، خدا کی راہ میں دیتے ہو اور پھر یہ خواہش رکھتے ہو کہ خدا تمہیں وہی عزت اور وہی نصرت اور وہی تائید عطا کرے جو تمہارے اُن باپ دادوں کو حاصل ہوئی تھی جو سو میں سے سو یا کم از کم اسّی، خدا کی راہ میں قربان کر دیتے تھے۔ یاد رکھو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، خدا کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ یہ اس کے عہد کے خلاف ہے، قانونِ قدرت کے خلاف ہے، عقل کے خلاف اور منطق کے خلاف ہے۔ خدا نے مومنوں کے ساتھ کبھی یہ شرط نہ کی تھی، خدا نے مسلمانوں کے ساتھ کبھی یہ سودا نہ کیا تھا، خدا کا وعدہ جو کچھ بھی ہے، صرف یہ ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ
وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي
التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ
وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ
فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ
بِهِ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔

اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ہے مومنوں سے انکے نفسوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں کہ جنگ کریں، اللہ تعالیٰ کے رستہ میں پس قتل کریں وہ اور قتل کئے جائیں وہ اس پر خدا تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے، تورات اور انجیل اور قرآن میں اور جس شخص نے [illegible] کے اس وعدہ کو پورا کیا ہے پس خوشخبری ہو اس کو اس بیع پر جو کی ہے تم نے اس کے ساتھ اور یہی کامل فلاح ہے۔

کیا مسلمان اس وصف میں پورے اترتے ہیں؟ کیا مسلمانوں میں صحابہ کرامؓ کی مثالیں موجود ہیں؟ جب کہ وہ شہید ہونے کے لئے خود موت کو تلاش کرتے تھے اور

میں سائل سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ تھا کہ میں مسلمانوں کو صرف زبان سے مسلمان کہلانے کے باعث، بغیر عمل کرنیکے دوسری مخلوق پر عزت دونگا تو یقیناً ہمیں سب کیسے کا حق حاصل ہے کہ مومنوں کی عزت کہاں ہے؟ جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے:-

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ | اور عزت اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنوں کیلئے ہے

اگر خدا تعالےٰ کا وعدہ یہی ہے کہ میں زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والوں کو عزت دونگا تو ہمیں مسلمانوں کی ذلت پر یقیناً متعجب ہونا چاہیئے لیکن افسوس کہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ نہ خدا نے یہ وعدہ کیا ہے نہ خدا اپنے وعدہ سے پھرا ہے نہ قرآن کریم کے احکام بدلے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مسلمان خود بدل گئے ہیں۔ خدا نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ	بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ ہی حالت کے بدلنے کا

اب اگر اس دھمکی کے باوجود ہم مسلمانوں کو ذلیل کرنا تو موجب تعجب ہوتا اور خدا کے عدل اور انصاف کے خلاف ہوتا۔

یہ کیا اچھی بات ہوگی کہ خدا اہل کو عزت دے اہل جہالت اور بیچ لوگوں کو بغیر کوشش کئے بغیر کامیابی دے اور ان کے بغیر مدد دے؟ اگر ایسا ہو تو لوگ سستی اور کاہلی پر فدا ہو جاتے اپنے کاموں کو چھوڑ دیتے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ خدا کی قدرت کے برخلاف ہوتا، خدا نے تمام کارخانہ کو قائم کیا ہے، اور اس کے بعد حق اور باطل میں اور نفع اور نقصان میں کوئی فرق باقی نہ رہتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا اس قسم کے ظلم سے پاک ہے۔

اب مجھے آپ یہ بتلائیں کہ مسلمانوں کی کونسی قوم نے اس قدر قربانیاں کی ہیں؟

عیسائیوں کا حال آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے نفوس اور اموال کو بے شمار اور بلاحساب اپنی قوم اور وطن کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ اب اگر اس کے بعد خدا انہیں یہ عزت اور یہ دولت اور یہ شان وشوکت دیتا ہے اور مسلمانوں کو محروم رکھتا ہے تو اس میں تعجب کیا ہے؟

کہا جائیگا کہ مسلمان غریب ہیں اور ان کے پاس اس قدر دولت نہیں کہ وہ اس طرح وسعت کے ساتھ خرچ کر سکیں۔ سو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں سے زیادہ نہیں مانگتے، ہم اُن سے جو کچھ مانگتے ہیں، وہ صرف اس قدر ہے کہ وہ بھی اپنے سرمایہ کے درجہ اور حیثیت کے مطابق، عیسائیوں کی طرح خرچ کریں۔ کیا مسلمانوں میں کوئی ایسی قوم بھی مل سکتی ہے جو اپنی حیثیت کے لحاظ سے عیسائیوں کی طرح خرچ کر رہی ہو؟ عیسائیوں کی مثال گذر چکی ہے۔ ان میں بعض قومیں ایسی ہیں جنہوں نے اپنی تمام قومی دولت کا نصف حصہ جنگ عظیم میں خرچ کر ڈالا ہے مگر مسلمانوں میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس نے قومی یا شخصی حیثیت سے جان و مال کی اس درجہ قربانی کی ہو۔ مسلمانوں میں ایسا کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ کیا ہم نہیں دیکھتے کہ جب ترکوں نے یونانیوں کے بالمقابل اپنی جانوں اور مالوں کو بے دریغ قربان کیا تو وہ کس طرح کامران ہوئے؟ انہوں نے یونانیوں کو ایسی بڑی شکستیں دیں جو کبھی کسی کے وہم و خیال میں بھی نہیں آئی تھیں۔ اہل یورپ نے ترکوں کو ذلیل و خوار کرنا چاہا تھا مگر وہ از سر نو خود مختار ہو گئے۔ ہر مسلمان کو سمجھنا چاہئے کہ ترکوں کو بے مثال کامیابی مفت میں حاصل نہیں ہوئی۔ ان میں سے بعض نے اپنی دولت کا تیسرا حصہ اور بعض نے اپنی دولت کا پورا نصف حصہ جنگ کی راہ میں قربان کیا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب بھی مسلمان اپنے دین کے احکام پر عمل کرتے رہے ہیں، اپنے سلف کے نقش قدم پر چلتے رہے ہیں یا کم از کم آج کل کے یورپینوں ہی کی صحیح نقل

مانہ سکتے تھے۔ جب اُن کے شاہسوار کفار پر حملہ آور ہوتے تھے تو کہتے تھے۔ "ہم جنت کی خوشبو کو سونگھ رہے ہیں"۔ پھر دشمنوں پر اس وقت تک تلوار چلاتے تھے جب تک کہ اُن کے ہاتھ میں چلنے کی طاقت باقی رہتی تھی۔ جب وہ شہید ہوتے تو اُن کے منہ سے نکلتا "آج خوشی کا دن ہے"۔ لیکن اگر وہ آرزوئے شہادت کے باوجود شہید نہ ہوتے تو وہ اپنی قوم میں غمزدوں کی طرح واپس لوٹتے تھے۔

مسلمانوں اور فرنگیوں کا مقابلہ

قرآن حکیم نے مسلمانوں سے "جانی اور مالی قربانی" کا مطالبہ کیا ہے مگر افسوس کہ آج کل کے مسلمانوں میں وہ ہمت باقی نہیں رہی جو ان کے بزرگوں میں موجود تھی۔ اس سے بھی زیادہ افسوس یہ ہے کہ اسلام کے دشمنوں تک نے اسلامی احکام کی پیروی شروع کر دی ہے، درانحالیکہ وہ احکام ان کی کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ اسی جان اور مال کی قربانی کے اصول کو دیکھئے۔ تم ان کے سپاہیوں کو موت پر گرتے اور ان کے سینوں کو گولی اور سنگین کے زخموں سے سرشار دیکھو گے۔ یورپین اقوام نے جنگ عظیم میں اپنی ہستی اور حقوق کے لئے جو قربانیاں کی ہیں، وہ انسان کی عقل سے بالاتر ہیں اس کا ایک ادنےٰ سا کرشمہ دیکھئے کہ جرمنوں نے جنگ عظیم میں بیس لاکھ جوانوں کو قتل کرایا ہے، فرانسیسیوں نے سولہ لاکھ کو انگریزوں نے چھ لاکھ کو اطالیوں نے چار لاکھ اور سات ہزار کو۔

ایثار جان کے بعد مالی قربانی کا درجہ ہے، اس راہ میں اہل یورپ نے جنگ عظیم میں جو روپیہ خرچ کیا اس کی تعداد حسب ذیل ہے:۔

انگریزوں نے تین ارب پونڈ، فرانسیسیوں نے دو ارب پونڈ، جرمنوں نے تین ارب پونڈ اور اطالویوں نے پچاس کروڑ پونڈ۔ روسیوں نے اپنے اموال اس کثرت سے خرچ کئے کہ ان کے ملک میں ہر طرف قحط کی مصیبت ٹوٹ پڑی اور پھر اسی قحط سے بالشویکی بغاوت نے جنم لیا۔

نیز جہاد پر جانے والوں سے یہ نہ کہا جاتا کہ:-

لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللّٰهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ	تم اپنے عذر کو پیش مت کرو ہم تمہیں کبھی بھی نہ مانینگے خدا نے ہمیں تمہاری خبریں بتلادی ہیں اور خدا اور اس کا رسول تمہارے کاموں کو دیکھینگے۔

نیز یہ فرماتا ہے:-

اِنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ	میں تم میں سے کسی کے کام کو کبھی ضائع نہ کرونگا۔

مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ وہ محض نماز اور روزہ اور ایسے ہی چند دیگر اعمال کے ساتھ جن کی تعمیل میں۔ نہ خون کو بہانے کی ضرورت ہو اور نہ مال کے خرچ کرنے کی، وہ مسلمان ہو سکتے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے ایسے ہی اسلام کے بدلے میں خدا سے عزت و شوکت کے منتظر رہتے ہیں۔ درانحالیکہ اسلام نہ صرف نماز سے ہے اور نہ صرف روزہ سے۔ نہ صرف دُعا سے ہے اور نہ صرف استغفار سے۔ خدا اُن لوگوں کی دُعا کو کیونکر قبول کرسکتا ہے جو (منافقوں کی طرح) پیچھے بیٹھ کر دُعا کریں۔ درانحالیکہ اُن میں اُٹھنے اور مٹھنے اور خرچ کرنے کی طاقت بھی موجود ہو۔

یہاں پھر وُہی اعتراض اُٹھایا جائیگا کہ مسلمانوں کے پاس فرنگیوں کی طرح اِس قدر دولت نہیں کہ وُہ ان کی طرح نیک کاموں میں حصّہ لیں اور ایک دوسرے کی مدد کرسکیں۔ ان لوگوں کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمانوں سے ان کی حیثیت کے مطابق خرچ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم حیثیت سے زیادہ کچھ نہیں مانگتے مگر وُہ اس قدر بھی کرینگے؟ کبھی نہیں!

ہم مسلمانوں کو نہ صرف خدا کی راہ میں کم دینے والا دیکھ رہے ہیں بلکہ انہوں نے تو باپ دادوں کے اوقاف کو بھی کھانا شروع کر دیا ہے اور کوئی کارِ خیر ایسا نہیں جس میں وُہ قدم بڑھاتے ہوئے نظر آئیں۔ پھر اس بزدلی اور بخیلی کے باوجود مسلمانوں کا کیا

کرتے ہیں تو انہیں ضرور اپنے اِن اعمال کا نیک نتیجہ مِل جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کل کے اکثر مسلمان صرف ہوا کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ وہ مجاہدانہ کام کرنے، فدا ہونے، موت پر گرنے اور جان و مال کو خدا کی راہ میں نثار کرنے کے بغیر، مفت میں خُدا سے نصرت و توفیق کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ ولینصرن اللّٰہ من ینصرہ یعنی خُدا اسی کو نصرت دیگا جو خُدا کے احکام کی تعمیل کریگا اور اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ یعنی اگر تم خدا کے احکام کی تعمیل کروگے تو خدا تم کو کامیاب کریگا اور تمہارے قدموں کو ثبت کردیگا۔

صرف دُعائیں کافی نہیں

یہ بات واضح ہے کہ خدا ہمارا محتاج نہیں ہے " **خُدا کی نُصرت** " کا معنیٰ صرف یہ ہے کہ بندہ خدا کے احکام کی تعمیل کرے لیکن افسوس صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمام دینی احکام کو پس پشت ڈال کر اور صرف زبان سے مسلمان کہلانے کی وجہ سے اپنے آپ کو عزت و شوکت کا حقدار قرار دے بیٹھے ہیں بلکہ اُن میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جن کا عقیدہ ہے کہ صرف زبان سے اسلام کا نام لے لینا یا دُعا کرلینا ہی کافی ہوگا، حالانکہ اگر دُعا سے جہاد کا کام لیا جاسکتا تو ضروری تھا کہ خدا تعالےٰ نبی کریمؐ، صحابہ کرامؓ اور اسلاف امت کی صرف دُعائیں قبول کرلیتا اور انہیں جہاد کی اور بالآخر موت کے پیچھے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اگر کامرانی صرف دعاؤں اور امیدوں پر منحصر کردی جاتی تو دُنیا کا نظام درہم برہم ہوجاتا اور خدا ایسا کبھی نہ فرماتا۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی یعنی انسان کوئی چیز حاصل نہیں کرتا مگر وہ جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے۔

اگر کامیابی صرف دُعاؤں اور آرزوں پر موقوف ہوتی تو خدا تعالےٰ قرآن میں یہ کبھی نہ فرماتا۔ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ یعنی تم عمل کرو، خدا اور اس کا رسُول تمہارے کاموں کو دیکھیں گے۔

یہاں پھر پہلی بات کہی جائیگی کہ مسلمان اس قدر دولت مند نہیں ہیں جس قدر یہودی لوگ دولت مند ہیں، لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو حیثیت کے برابر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ ہم امیروں سے مانگتے ہیں، غریبوں سے نہیں مانگتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ۔	ضعیف اور بیمار لوگوں پر کوئی حرج نہیں کہ اگر خرچ نہیں کر سکتے جبکہ خدا تعالیٰ یا اس کا رسول نصیحت کر رہے ہوں اور محسنیوں کے لئے کوئی رستہ نہ ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ وَھُمْ اَغْنِیَاءُ رَضُوْا بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ۔	سوائے اس کے کہ نہیں ہے راستہ ان لوگوں پر جو غنی بھی ہیں اور آپ سے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرنے میں راضی ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ یہودی مسلمانوں سے زیادہ دولت مند ہیں مگر مسلمان، مردم شماری کے لحاظ سے یہودیوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ چنانچہ یہودیوں کی مردم شماری تقریباً دو کروڑ ہے اور مسلمانوں کی ستر کروڑ سے بھی زیادہ۔ پس اگر ہر مسلمان فلسطین کے مسلمانوں کو صرف ایک پیاسٹر (۱۰۰ پیاسٹر = ایک پونڈ) چندہ دیتا اور یہ وہ چندہ ہے جو دنیا میں ہر مسلمان دے سکتا ہے تو پھر بھی ستر کروڑ پیاسٹر جمع ہو سکتے تھے، مگر مسلمان ایسا کب کرتے ہیں؟

اور اگر ہم مسلمانوں کی تعداد کا دسواں حصہ شمار کریں تو پھر بھی سات کروڑ پیاسٹر جمع ہونے چاہئیں۔ مسلمانوں کی یہ تعداد تو فلسطین کے ارد گرد کے ملکوں ہی میں مل سکتی ہے یعنی مصر، شام، فلسطین، عراق، حجاز، نجد، یمن اور عمان وغیرہ میں۔ پس اگر ہم ان لوگوں سے اور محض انہی سے ایک پیاسٹر فی کس چندہ لیتے تو تین لاکھ پچاس ہزار پونڈ کم از کم جمع ہونے چاہئیں تھے مگر جو روپیہ جمع ہوا، وہ صرف تیرہ ہزار پونڈ تھا یعنی مسلمانوں کی

حق ہے کہ وُہ فرنگیوں کی طرح جو ملک کاموں میں پیسہ دے کر بدل وادار کرتے ہیں - کامیاب ہونے کی اُمید رکھیں ؟ دُنیا میں حکومت کرنے کی مثال کھیتی کی طرح ہے یعنی جس قدر کام کیا جائیگا ، اُسی قدر پھل ملیگا - مگر آج کل کے مسلمان کیا چاہتے ہیں ؟ وُہ چاہتے ہیں کہ ان کے آرام و آسائش کے اسباب میں سے کوئی چیز بھی کم نہ ہونے پائے اور وُہ دنیا میں ایسی طاقت اور ایسی شان و شوکت بھی حاصل کرلیں جو فرنگیوں کو حاصل ہے - مسلمان اپنے خدا کا یہ فرمان بھول گئے ہیں :-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ -	اور ہم تم کو ضرور آزمائینگے - خوف اور بھوک اور مالوں اور نفسوں اور میووں میں کمی کرنے کی صورت میں اور خوشخبری دو تم اے رسول اللہ صابرین کو -

مَیں نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ہم نے بہت دفعہ خدا کاری سے کام لیا ، خدا کی راہ میں خرچ کیا ، مال ، دولت ، نفوس اور پھلوں کی کمی میں مبتلا ہوئے لیکن پھر بھی ہمیں کوئی اچھا نتیجہ نہ ملا کہ ہم بدستور فرنگیوں کی غلامی میں مبتلا ہیں -

میں انکے اس جواب پر سوال کرتا ہوں کہ آپ جس چیز کا نام خدا کی راہ میں خرچ کرنا رکھتے ہیں ، کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ آپ کا یہ خرچ عیسائیوں اور یہودیوں کے خرچ سے کوئی نسبت رکھتا ہے ، کم از کم سو کے مقابلے میں ایک کی نسبت ؟

فلسطین کی تازہ دردناک مثال

ایک تازہ مثال ملاحظہ ہو - فلسطین میں یہودیوں اور عربوں کے آپس میں جھگڑے ہوئے - فریقین میں سے کئی آدمی مارے گئے اور کئی آدمی زخمی ہوئے - اس پر دُنیا بھر کے یہودیوں نے فلسطین کے یہودیوں کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور دس لاکھ پونڈ جمع کرکے بھیجے - مسلمانانِ عالم نے بھی فلسطین کے مسلمانوں کے لئے چندہ کیا لیکن بڑی کوشش کے باوجود ڈیڑھ ہزار پونڈ جمع ہوئے ، یعنی کل سو اور ایک کی نسبت - عبرت ہے -

سے سودا لینے میں انہیں ایک ہی آنہ کا فائدہ نظر آئے۔ فلسطین میں یہودیوں سے عربوں کے بائیکاٹ کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ مسلمان ایک معمولی فائدہ کی خاطر سب سے تیز ہتھیار یہودیوں سے بائیکاٹ کرنا کو ضائع کر کے بیٹھ گئے۔ انہوں نے اس معمولی نفع کا تو خیال کر لیا مگر وہ عظیم نقصان جو یہودیوں سے انہیں پہنچ رہا تھا، انہوں نے اس کا خیال نہ کیا۔

جنگِ طرابلس کی مثال

ایک مرتبہ میں نے ایک بڑی حیثیت کے مصری مسلمان سے شکایت کی کہ مصریوں نے طرابلس الغرب اور برقہ کے مجاہدین کی امداد سے بہت پہلو تہی کی ہے، میں نے اُن سے یہ بھی کہا کہ اگر اسلام اور ہمسائیت کا خیال نہ بھی کیا جائے تو کم از کم مصریوں کو اُن لوگوں کی محض اسلیئے بھی امداد کرنا چاہئے کہ وہ اپنی خود مختاری کو قائم اور اپنے مستقبل کو محفوظ رکھ سکیں، کیونکہ جس طرح سوڈان میں انگریزوں کا رہنا مصر کی خود مختاری کے لئے اندیشہ سے خالی نہیں، اسی طرح برقہ میں اطالویوں کی موجودگی ابھی خطرہ سے خالی نہیں ہے

مصری مسلمان نے جواب دیا کہ جب اطالیہ نے طرابلس پر حملہ کیا تو مصریوں نے اپنے بھائیوں کے لیے بہت کچھ کیا تھا اور انہوں نے بڑی بڑی رقمیں خرچ کی تھیں، لیکن اس خرچ کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ آخر کار اطالیہ نے طرابلس پر قبضہ کر لیا۔

میں نے کہا، بے شک جنگِ طرابلس میں مصریوں نے جو کچھ کیا، وہ قابل قدر ہے، لیکن جو رقم انہوں نے دی، وہ ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ سے زیادہ نہیں۔ تو کیا اس رقم کے ساتھ مسلمان یہ خیال کر سکتے ہیں کہ طرابلس کو اطالیہ کے پنجے سے چھڑا لیں؟ یہ رقم اطالیہ کی رقموں کے مقابلہ میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

مصریوں نے جنگِ طرابلس میں ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ دیئے اور حکومت عثمانیہ

مردم شماری کے دسویں حصّے سے بھی ایک دونی کا پندرھواں حصّہ فی کس چندہ دیا۔ پھر کیا تم اسی چیز کا نام قربانی رکھتے ہو؟ کیا تم خدا کی راہ میں اپنے اموال اور نفوس کے ساتھ ایسا ہی جہاد کیا کرتے ہو؟ کیا تمہیں اپنے غریب دینی بھائیوں اور وطنی ہمسائیوں سے جو تمہارے بجائے مسجد اقصیٰ کی حمایت میں اپنا خون بہا رہے ہیں، صرف اسی قدر محبت ہے؟ اور کیا تم محض اتنی ہی امداد کر سکتے ہو؟ کیا خدا نے یہ نہیں کہا تھا' اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ' مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ کیا ایک بھائی دوسرے' دوسرے بھائی کی ایسے ہی مدد کیا کرتا ہے؟

لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے دُنیا پر کیوں قبضہ کر لیا؟ مَیں کہتا ہُوں کہ وُہ اپنے اخلاق فاضلہ اور کوشش اور اتفاق کی بدولت کامیاب ہوئے ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے ایک قصہ سُنایا کہ ایک انگریز کسی مشرقی ملک میں بڑا عہدے دار تھا۔ اس نے اپنے نوکر کو حکم دے رکھا تھا کہ گھر کا تمام سودا ہمیشہ انگریزی دکان سے لیا کرے۔ ایک دفعہ نوکر نے ایک ہی مہینے کے اخراجات میں بیس پونڈ کا بچت نکال لیا۔ صاحب نے سبب پوچھا تو نوکر نے جواب دیا کہ مَیں نے اِس دفعہ انگریزی دوکان کو چھوڑ کر، ایک دیسی بنئے سے سودا خریدا ہے، یہ سُن کر صاحب نے حکم دیا کہ اب پھر انگریزی دوکان سے سودا لینا شروع کر دو۔ نوکر نے کہا اگر اس سے سودا لیا جائیگا تو اخراجات میں بیس پونڈ ماہوار کا اضافہ ہو جائیگا۔ صاحب نے کہا، کوئی ہرج نہیں ہے ہمیں انگریز ہی کی دوکان سے سودا خریدنا چاہیئے

مَیں نے یہ بھی سُنا ہے کہ مشرقی ملکوں کے انگریز عہدہ دار ہمیشہ اپنی قیمتی چیزیں ولائت سے منگواتے ہیں، تاکہ ان کا روپیہ باہر نہ جا سکے۔

کیا ہم اِن مثالوں کے بعد، مسلمانوں کی حالت کو کسی شمار میں لا سکتے ہیں؟ اگر ہم مسلمانوں کو رات اور دن بھی یہ نصیحت کرتے رہیں کہ اپنے ہم وطن، اور ملّت والوں کے سوا کسی اور سے سودا نہ لیں مگر وُہ اُن تمام نصیحتوں کو بھول جاتے ہیں، جب کہ کسی اجنبی

سے لڑے اور ان کی نصف تعداد کو تباہ و برباد کیا۔ خود کارساز عیب نے بھی مسلمانوں کے لئے یہی اندازہ لگایا ہے یعنی وہ طاقتور ہوں تو اپنے سے دس گنا دشمن پر غلبہ پاتے ہیں اور اگر وہ کمزور ہوں تو اپنے سے دوچند پر غالب آتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ الانفال میں ارشاد ہوتا ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۔

نبی، اے رسول! تم مومنوں کو قتال پر برانگیختہ کرو، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے مجاہد ہوں تو وہ دو سو کافروں پر غلبہ پائینگے۔ اگر تم میں ایک سو مجاہد ہونگے تو وہ ہزار کافروں پر غلبہ پائینگے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو نہیں جانتے۔ اب خدا نے تمہارے اس بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ تم میں کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غلبہ پائینگے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں تو وہ دو ہزار کو مغلوب کر دینگے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

چہارم - طرابلس کی لڑائی میں اٹلی کو جو مالی نقصان ہوا وہ دس کروڑ پاؤنڈ ہے اور چونکہ دس سال تک لڑائی جاری رہی، لہٰذا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اٹلی کے مالی نقصانات کا اندازہ بیس کروڑ پونڈ ہے۔

بہرحال یہ واضح ہے کہ وہ تھوڑی سی رقم جو مسلمانوں نے مجاہدین کو چندہ کے طور پر دی، یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ اس پر قانع نہیں ہیں، بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اطالوی حکومت جس کی مردم شماری چار کروڑ دس لاکھ اور جس کی سالانہ آمدنی بیس کروڑ پونڈ سے بھی زیادہ ہے پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کے سامنے سے بھاگ

نے بھی دس لاکھ پونڈ خرچ کئے، اس کا نتیجہ حسب ذیل تھا:-

اوّل - مسلمانوں نے اسلام کی عزت کو قائم کیا اور فرنگیوں کو یہ سبق دیا کہ ہم اب تک زندہ ہیں اور ہم اپنے شہروں کو بغیر جنگ کرنے کے کسی کے سپرد نہیں کرینگے اس بات میں جس قدر معنوی اور مادی فائدے ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں ہو سکتے -

دوم - اس معمولی رقم نے طرابلس والوں کو لڑنے مرنے پر آمادہ کرلیا، جس سے اطالویوں کو بہت نقصانات اٹھانے پڑے، یہاں تک کہ ان کے سیاست دان، طرابلس پر حملہ کرنے میں پشیمانی ظاہر کرنے لگے -

سوم - اگرچہ مسلمانوں کے شہداء کم نہ تھے، تاہم اطالویوں کے مقتولوں کی نسبت ان سے کئی گنا زیادہ تھی - نیز اس لڑائی میں اطالویوں پر جس قدر مصیبتیں ٹوٹیں، وہ ناقابل بیان ہیں، ہم ان سب کو اس رسالہ میں درج نہیں کرسکتے - صرف ایک واقعہ (الفوہات) درج کرتے ہیں جو شہر بنغازی کے دروازہ پر ہوا تھا، ۵۰۰ عرب مجاہدین، تین ہزار اطالوی سپاہیوں کے ساتھ صبح سے شام تک لڑتے رہے، یہاں تک کہ وہ تقریباً سب کے سب شہید ہوگئے، ہاں، جب لڑائی ختم ہوئی تو چند باقی ماندہ رات کے وقت اپنے ہاں لوٹ آئے -

عربوں کو اس واقعہ سے بہت تکلیف ہوئی انہوں نے اپنے شہید بھائیوں پر از حد غم کیا - اس دوران میں انہیں اسلول سے ایک تار موصول ہوا - یہ تار روما سے جرمن کے سفیر نے اپنی حکومت کو راز کی صورت میں بھیجا تھا جسے جرمن گورنمنٹ نے رازدارانہ صورت ہی میں حکومتِ عثمانیہ کو بھیج دیا - اس تار میں لکھا تھا کہ بنغازی کی لڑائی میں اٹلی کے تین ہزار سپاہیوں میں سے ڈیڑھ ہزار سپاہی قتل ہوئے اور سات افسر پاگل ہوگئے - یہ واقعہ ایسے ہی بیس واقعات سے ایک ہے -

بس دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کس طرح مسلمان اپنے سے دس گنا دشمنوں

ہمارے سمندر کے صاف اور نیلے رنگ کی لہروں پر لنگر ڈالینگے ؟ میں طرابلس کو جا رہا ہوں اور خوش جا رہا ہوں ۔ کیونکہ ہمارا تین رنگ کا جھنڈا مجھے یہ کہہ رہا ہے اور وہ ملک اس کے سایہ میں ہے ۔ اے میری ماں اور مت ۔ کیونکہ ہم زندگی کی راہ میں ہیں اور اگر میں واپس نہ آیا تو میرے فراق میں آنسو مت بہانا بلکہ تم ہر شام کو قبرستان میں جانا شام کی ٹھنڈی ہوائیں تمہارے الوداع کو طرابلس لے جائینگی، وہ الوداع جو تمہیں کبھی کبھی تمہارے جگر کے ٹکڑے پر ماتم کرنے نہ دیگا اور اگر تم سے کوئی پوچھیگا کہ تم کیوں ماتم نہیں کرتیں ؟ تو تم اسے یہ جواب دو ۔ "کیونکہ میرا بچہ اسلام سے لڑائی کرتا ہوا مر گیا ہے"۔

اے میری ماں ڈھول بج رہا ہے اور میں جا رہا ہوں ۔ کیا تم لڑائی کی گیتیں نہیں سنتی ہو؟ اے اماں مجھے معانقہ کر لے دو اور جانے کی اجازت دو ۔

جہاد ریف کی مثال

اب ہم ایک اور مثال دینگے اور اس کے بعد یہ بحث ختم کر دینگے کیونکہ ہمارے پاس اس قدر مثالیں موجود ہیں جو شمار میں بھی نہیں آسکتیں ۔ آپ کو معلوم ہے کہ ریفی لوگ کئی سال تک ہسپانیوں سے لڑتے رہے اور آخر کار ان پر غالب آگئے ۔ اس جنگ میں انہوں نے ہسپانیہ کے ۲۰ ہزار سپاہیوں کو قتل کر کے ان سے [illegible] توپیں چھین لیں ۔ حالانکہ ریفیوں کی کل مردم شماری [illegible] ہزار ہے اور ہسپانیہ کی مردم شماری دو کروڑ بائیس لاکھ سے کم نہیں ہے ۔ ریف کی سرزمین زیادہ تر ویران ہے اور ریفی لوگ بہت غریب ہیں، وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روٹی کماتے ہیں ۔ لیکن با ایں ہمہ انہوں نے وہ کام کیا، جس پر دنیا بھر کے لوگ حیران ہیں ۔ اگر یہ ریفی لوگ عیسائی ہوتے تو ہر طرف سے انہیں کروڑوں روپے کی امداد مل چکی ہوتی ۔ یہ امداد خواہ راز کے طریقے سے ملتی یا صلیب احمر کے واسطے سے تاکہ وہ اپنے زخمیوں کا علاج کریں ۔ لیکن ہم مسلمانوں

جائے یا لڑائی کے پچھلے ہی سال میں ہتھیار ڈال دے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو مسلمان بالکل حیران و پریشان ہو کر رہ جاتے ہیں اور بعض تو بالکل یاس کی حالت تک جو قرآن کریم کے مطابق کفر کے برابر ہے، پہنچ جاتے ہیں۔ انہ لا ییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔

اٹلی کی مردم شماری اور ان کی دولت وغیرہ کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ تو ہے ہی، مگر لڑائی میں ان کی دلیری اور مسلمانوں سے جنگ و قتال کے اشتیاق کے متعلق مندرجہ ذیل اطالوی گیت کو ملاحظہ کریں۔ یہ گیت رسالہ "الفتح" نے جریدۃ الشرق کے ۳۴۵ نمبر سے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے:-

"ایک سی سالہ نوجوان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے وطن کی راہ میں نہ لڑے جب کہ طرابلس میں جنگ کا میدان گرم ہے اور اٹلی کا سبز رنگا جھنڈا اور لڑائی کا گانا دلیر سپاہیوں کو گرما رہے ہیں۔ اے میری ماں اتم اپنی نماز کو پورا کرو اور رو مت، لیکن خوش ہو اور دعا کر۔ کیا تم نہیں جانتی کہ اٹلی مجھے بلا رہا ہے اور میں طرابلس کو خوشی کے ساتھ جا رہا ہوں تاکہ میں اپنے خون کو اس ملعون امت کے تباہ کرنے میں بہا دوں، اور تاکہ میں ملت اسلامیہ سے لڑوں جو دو شیزہ لڑکیوں کو بادشاہ کے لئے حلال قرار دیتی ہے۔

میں اپنی تمام طاقت سے قرآن مٹانے کے لئے لڑوں گا۔ وہ کبھی شان کا مستحق نہ ہوگا جو آج اٹلی کے لئے قربان نہ ہو۔

اے اماں! دلیر ہو جاؤ اور کاروبی کو یاد کرو جس نے اپنے وطن کی راہ میں تمام اولاد کو قربان کر دیا تھا۔

اے میری ماں! اس سفر پر جا رہا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتی کہ ہمارے جھنڈے

زوالِ اُمّت کا دُوسرا سبب

دین اور وطن سے غدّاری اور دشمنوں سے رواداری

مسلمانوں نے نہ صرف رقیبوں کو لے امداد چھوڑ دیا بلکہ ان میں سے ایسے بے حیا لوگ نکل آئے جو رقیبوں کے معاملہ میں اِس سختی کے ساتھ لڑے، جیسا کہ وُہ کفار کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔ سردار ریف غازی محمد ابن عبدالکریم کے، خلاف کئی (مسلمان) قبیلے کھڑے ہو گئے اور فرانسیسیوں اور ہسپانیوں کو خوشی کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے مسلمان بھائیوں اور ہم وطنوں کے حق میں خیانت کی جس کا انجام اب تک وُہ بھگت رہے ہیں اور اس طرح ہمارے ہاں شام میں بھی قومی لڑائی کے زمانہ میں اِس قسم کی خیانت کے مرتکب ہونے والے لوگ موجود تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اسلامی ملکوں میں بھی اِس قسم کی خیانت برملا ہو رہی ہے۔

تو کیا ایسے اعمال کی موجودگی میں ہمارے برادر مولوی لبیوفی عمران صاحب خُدا سے اس کے وعدۂ نصرت کو پورا کرانا چاہتے ہیں؟

اگر کوئی شخص ان غداروں سے پُوچھے کہ تم نے اجنبیوں کی کیوں خدمت کی؟ کیا تم نہیں جانتے کی تمہاری یہ خیانت دین، شرافت، جوانمردی اور تمہاری اپنی مصلحت اور سیاست کے خلاف ہے؟ تو وُہ یہ جواب دینگے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اجنبیوں نے ہمیں اس کام کے کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر ہم اسے قبول نہ کرتے تو وُہ ہمیں مار ڈالتے یا نقصان پہنچاتے پس ہم لوگ اگر مسلمانوں کے ساتھ لڑتے ہیں تو بہت مجبور ہو کر لڑتے ہیں۔ یہ بزرگوار مجبوری کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن خدا کا یہ قول بھول جاتے ہیں۔ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ تم کو

سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے اس وقت تک ریفیوں کو کتنے روپے بھیجے ہیں۔
ہسپانیہ کی شکست کے بعد فرانس اور سپین نے مل کر تین لاکھ سپاہی جمع کر دیئے اور ریفیوں کو سمندر اور خشکی کی تمام طرفوں سے گھیر لیا گیا اور سینکڑوں ہوائی جہاز ان کے دیہات پر بم برسانے لگے، صرف فرانسیسیوں اور ہسپانیوں کے ہی ہوائی جہاز کام میں نہیں لائے گئے، بلکہ ان دونوں عیسائی حکومتوں کی مدد کے لئے میونارک سے امریکن ہوائی جہاز بھی لائے گئے تاکہ ریف کے مسلمانوں کو تباہ کر دیا جائے۔ جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا، مسلمانان عالم دور کھڑے مزے سے لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص بھی ٹس سے مس نہ ہوا، آخر کئی سال کے بعد بعض باغیرت لوگ اٹھے اور ریف کے زخموں کے لئے کچھ چندہ جمع کرنا چاہا اور تاکہ لوگوں میں جوش و خروش پیدا ہو، راقم حروف نے محض قلمی خدمات پر اکتفا نہ کیا بلکہ ہجرت و بے وطنی کے باوجود رہبری کے لئے چار پونڈ چندہ بھی دیا۔ اب یہ سن لیجئے کہ تمام عالم اسلامی نے مجاہدین ریف کیلئے کتنا چندہ جمع ہوا؟ محض پندرہ سو پونڈ۔ شرم ہو مسلمانوں پر۔

یوم النبیؐ کے مخصوص اعلان

اگر آپ یوم النبیؐ کے جلسے کیلئے خاص اشتہارات چھپوائیں تو لکھائی، چھپائی کاغذ اور کرایہ ریل وغیرہ پر آپکے آٹھ دس روپے خرچ ہو جائینگے اور ممکن ہے کہ ناواقفیت کے باعث اشتہارات کی لکھائی، چھپائی اور مضمون بھی ناقص ہو۔ اس دقت کو محسوس کرکے سیرت کمیٹی نے بڑے سائز کے بہت مخصوص اور شاندار پوسٹر شائع کرائے ہیں۔ اگر ان پوسٹروں کو جلسہ کا وقت اور جگہ کی خانہ پُری کرکے چسپاں کر دیا جائے تو مسلمانوں اور غیرمسلموں سب کیلئے یہ پوسٹر دلچسپ اور ولولہ انگیز اور جلسہ کی رونق کا باعث ہونگے۔ قیمت:- ۱۰۰ پوسٹر تین روپیہ۔ ۲۰۰ سے ۴۰۰ تک ۲½ روپیہ سینکڑہ۔ ۵۰۰ یا اس سے زائد ۲ روپیہ فی سیکڑہ۔ (سکرٹری سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور)

کبھی پیچھے نہ ہٹے، جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے :-

تَأَخَّرْتُ أَسْتَبْقِي الْحَيَاةَ
فَلَمْ أَجِدْ لِنَفْسِي حَيَاةً
مِثْلَ أَنْ أَتَقَدَّمَا۔

میں زندہ رہنے کے لئے (میدانِ جنگ سے) پیچھے رہا، لیکن میں نے اپنے نفس کیلئے کوئی زندگی نہ پائی۔ زندگی صرف آگے بڑھنے والوں کے لئے مخصوص تھی۔

یہ وُہی موت کا پیالہ ہے جو ایک فرانسیسی، فرانس کو زندہ رکھنے کے لئے، ایک جرمن، جرمنی کو زندہ رکھنے کے لئے اور ایک انگریز، انگلستان کو زندہ رکھنے کے لئے خوشی کے ساتھ پی لیتا ہے بلکہ اُسے فرضِ عین سمجھتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اِس فرض سے انکار نہیں کرتا۔

یہ تو موت کی پہلی قسم ہے۔ اب موت کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایک مُسلمان کسی اجنبی حکومت کی خدمت کرتا ہوا لڑائی میں مر جائے یعنی اِس لئے مرے تاکہ اس کا اجنبی آقا اپنے کسی دشمن پر (خواہ وُہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو) غلبہ حاصل کرے، جیسا کہ ایک افریقہ کا مغربی، فرانسیسیوں کو اہلِ جرمنی پر غالب کرنے کے لئے اپنی عزیز جان کو فرانسیسیوں کے سپرد کر دے اور ان کی فتح کی راہ میں مر جائے یا ایک ہندوستانی انگریزوں کی خاطر یا کوئی تاتاری رُوسیوں کی خاطر مر جائے۔

حالانکہ جب فرانسیسیوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وُہ افریقہ میں اور زیادہ سخت اور متکبر ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کے حقوق کو دل کھول کر ہضم کرتے ہیں اور ان کی جائداد کو چھینتے ہیں، چنانچہ جنگِ عظیم کے بعد ایسا ہی ہوا ہے اور ان کی جراٗت اور ہمت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ اب وُہ بربریوں کو عیسائی بنانے کے در پے ہیں اور انکی عملی کوششیں شروع ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ افریقہ کا مغربی، خواہ دریائے رائن کے کنارہ پر مرے یا شام کے میدانوں میں، اِس لئے مرتا ہے کہ اس کا ملک اور زیادہ مر جائے کیونکہ فرانسیسیوں

خدا سے ڈرنا چاہئے، اگر تم مومن ہو۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۔ تم اُن سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔

پس اِس قسم کے بیہودہ عذرات سے کوئی شخص اپنی صفائی نہیں کر سکتا اور نہ یہ کوئی جائز اور درست عذر ہے۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ اجنبی طاقتیں، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتی ہیں لیکن اِس کے ساتھ یہ بھی جاننا چاہئے کہ انہی اجنبیوں نے کئی نیک مسلمانوں کو مختلف قسم کی خیانتوں پر آمادہ کرنا چاہا، مگر انہوں نے ان کی فرمائشوں کو اسی وقت ردّ کر دیا اور اُن کے اِس انکار سے نہ تو آسمان اُن پر ٹوٹ پڑا اور نہ زمین ان کے قدموں کے نیچے سے نکل گئی۔ نیز اگر ذرا بھی غور سے دیکھا جائے تو فوراً پتہ لگتا ہے کہ اجنبی لوگ، ان مسلمانوں پر جو ان کی خواہشات کی تکمیل سے انکار کر کے اپنی ملّت سے خیانت نہیں کرتے، کیوں خفا ہوتے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں جب اجنبیوں نے اسلامی ملکوں کو فتح کیا تو انہیں ایسے بے شرم مسلمان مل گئے، جو اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے خوشی کے ساتھ اُن کے سامنے آئے اور اُن کی صفوں میں کھڑے ہو گئے انہیں اپنے دین اور وطن پر ترجیح دی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ لڑنے لگے۔ اگر شروع میں یہ بات نہ ہوتی تو کبھی کسی اجنبی کو یہ جرأت نہ پڑتی کہ وہ مسلمانوں کو اپنی مصلحت کیلئے اِس قسم کی خیانت پر آمادہ کرتا یا زبان سے ایسی بات نکالتا، یا کسی مسلمان کو اِس لئے موت کی سزا دی جاتی کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر اپنے بھائیوں (مسلمانوں) کو کیوں قتل نہیں کرتا؟

عزت اور آبرو کی موت

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں موت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ موت جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اور جو زندہ رہنے کے لئے ہوتی ہے اور وہ اس طرح ہوتی ہے کہ ایک مومن کسی دشمن کو اپنے وطن سے ہٹانے کے لئے مر جائے اور موت کا جام نوش کرنے سے

یا لطیف الطف بما جرت به المقادیر	اے لطیف خدا! تو مقدور کو ہلکا کر اور ہم کو اپنے
ولا تفرق بیننا وبین اخواننا البرابر	بربری بھائیوں سے جدا نہ کر۔

اس کے علاوہ فاس کے مفتی کو بھی بھولنا نہیں چاہئے جس نے یہ فتوےٰ دیا کہ بربری لوگ شریعت اسلامیہ پر عمل نہ کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ اگرچہ یہ سب خائن بڈھے ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کے مالوں کو بہت کچھ کھا پی چکے ہیں، تاہم وہ اب تک فرانسیسیوں کی چاپلوسی کے درپئے ہیں، ان کے لئے جان دیتے ہیں اور کسی وقت بھی اپنے اخلاص کی نمائش سے قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ ان حرکات سے اُن کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے عہدوں پر قائم رہ سکیں۔

لطف یہ ہے کہ ان خائنوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فرانسیسیوں کا اس نئے قانون سے جس میں بربریوں کو اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے، کیا منشا ہے اور انہوں نے بربریوں کو اسلام سے الگ کرنے کے لئے کیا کیا تیاریاں کی ہیں؟ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بے شمار پادری اور مسیحی مشنری کس طرح بربریوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ان کے یتیم بچوں کو، مریضوں کو اور کم ایمان والوں کو تلاش کر کے اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ یہ بھی جانتے ہیں کہ فرانسیسیوں نے مسلمانوں کے عالموں اور مبلغوں کا بربریوں میں پھرنا قطعاً بند کر دیا ہے، تاکہ مشنریوں کو اپنا کام سرانجام دینے میں آسانی ہو۔ ہمارا قیاس یہ ہے اور یہ کچھ بعید از عقل بھی معلوم نہیں ہوتا کہ المقری اور البغدادی ان لوگوں میں سب سے اوّل ہوں گے، جنہوں نے بربریوں میں علماء اسلام کے پھرنے اور وعظ کہنے کو ممنوع قرار دیئے جانے پر اپنے دستخط ثبت کئے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ المقری نے مسلمانوں کے بیت المال میں سے اپنے رسالہ "مراکش الکاثولیکیہ" کے لئے ایک فنڈ مقرر کر لیا ہو کیونکہ اس رسالہ کا مقصد اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ

کو خارجی دشمن جس قدر طاقت ہوگی، وہ اُتنا ہی زیادہ افریقہ کے مغربیوں کو تکلیف دینے اور انہیں ذلیل و خوار کرنے پر آمادہ ہو جائینگے۔ اور اسی طرح جو ہندوستانی انگریزوں کی خاطر مرجاتا ہے، وہ ہندوستان کی غلامی کی مدت کو بڑھاتا ہے۔ نیز جو تاتاری، روسیوں کی خاطر مرتا ہے، اسے اس کے سوا اور کوئی بدلہ نہ ملیگا کہ روسی لوگ تاتاریوں کو اور زیادہ ستائیں۔

اب یہ بھی ایک موت ہے جو تھوڑا سا حصہ کھا کے انسان کو موت کے دروازہ تک لے جاتی ہے مگر وہ موت جو سیدھے راستے سے انسان کو موت تک پہنچاتی ہے، وہ اس طرح ہوتی ہے کہ مثلاً جب کوئی افریقہ کا مغربی، فرانسیسیوں سے لڑے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ شامل ہو کر مرجائے۔ اسی طرح اس کا وطن اور وطنی بھائی ظلم سے رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔

مراکش اور شام کے بڑے لوگوں کی غداریاں

اگر یہ باتیں عوام الناس تک محدود رہتیں تو ہم ضرور یہ کہتے کہ وہ بیچارے کیا جانیں؟ وہ تو جانوروں کی طرح ذبح خانے کی طرف ہانکے جاتے ہیں، نہ وہ قرآن کریم کے احکام سے واقف ہیں، نہ سنت کو جانتے ہیں اور نہ سیاست سے باخبر ہیں لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس قسم کی جہالت اچھے بھلے عقلمند اور ذی وجاہت لوگوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مراکش کا صدر اعظم المقری، اپنے ہم وطن مسلمان بربروں کو عیسائی بنانے میں جس قدر کوشش کر رہا ہے، شاید کہ کوئی فرانسیسی بھی اس قدر کوشش نہ کرتا ہوگا۔ اسی طرح الصعداوی نے جو فاس کا گورنر ہے، اس کام کو جس "اخلاص" سے انجام دیا ہے، میرا خیال ہے کہ کوئی کافر بھی انجام نہ دے سکتا۔ چنانچہ اُس نے تقریباً ایک سو نوجوانوں کو اس لئے کوڑے لگائے کہ وہ کیوں قرویین کی جامع مسجد میں اس طرح وظیفہ خوانی کرتے تھے۔

عدل وانصاف کے تقاضے سے ان سب پر (خدا کی) لعنت بھیجتا ہوں۔ خدا ان سب پر لعنت کرے جو اجنبیوں کی ہر خواہش کو بلا لیت ولعل پورا کرتے ہیں، اگرچہ وہ دین اور وطن کے لئے کس قدر بھی نقصان دہ کیوں نہ ہو۔

اب شائد برادرم لبیبونی عمران صاحب یہ کہینگے کہ اس قسم کی خیانت کرنے والے لوگ دُنیائے اسلام میں بہت کم ہیں اور تمام مسلمان ان کی بدکاریوں اور برائیوں کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ تو اس کے جواب میں گذارش ہے کہ سب سے اول یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ جب خدا تعالےٰ کی طرف سے رحمت اُترتی ہے تو خاص ہوتی ہے اور جب مصیبت نازل ہوتی ہے تو عام ہوتی ہے۔ نیز ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اور مسلمان ان کے اعمال کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اگر عام مسلمانوں کو اپنے فرائض کا احساس ہوتا، اور وہ ان خائنوں کی سرکوبی کرتے رہتے تو یہ لوگ کبھی بھی ان کے دین اور دُنیا کو فروخت کرنے کی جرأت نہ کر سکتے بلکہ اس کے برخلاف اُن کی حالت یہ ہوتی کہ اگر فرانسیسی اُن کے سامنے کوئی ایسی تجویز پیش کرتے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضر ہوتی تو اس صورت میں اگر وہ اُسے ملتوی نہ کر سکتے تو کم از کم اتنا تو ضرور کرتے کہ وہ اپنے عہدوں سے مستعفی ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ فرانسیسی ان کے عہدے بعض دوسرے مسلمانوں کو دیدیتے لیکن جب وہ دیکھتے کہ یہ نئے عہدیدار بھی اس تجویز کو عملی جامہ نہیں پہناتے تو انہیں مجبوراً یہ نتیجہ نکالنا پڑتا کہ اصرار تکرار اور ضد سے کوئی فائدہ نہیں اور آخر کار وہ اپنے ارادہ اور خیال سے دست کش ہو جاتے لیکن موجودہ حالت بہت افسوس ناک ہے۔ فرانسیسی لوگ مسلمانوں ہی کی امداد سے اسلام کو تباہ بھی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ ہمارا تو اس معاملے میں سرے سے دخل ہی کوئی نہیں ہے جو کچھ ہو رہا ہے، تمہارے اپنے بھائی کر رہے ہیں۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فرانسیسوں نے بربریوں کو خارج از اسلام قرار دئیے جانے

اسلام کی بُرائی بیان کی جائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملے کئے جائیں۔ اس رسالہ کے کئی نمبر ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کے اوراق اسی قسم کے مقالوں سے بھرے پڑے ہیں۔

اِن سب باتوں کے باوجود المقری کو آپ دیکھینگے کہ وُہ بڑی لمبی نمازیں پڑھتا ہوگا، روزہ رکھتا ہوگا، اس کے ہاتھ میں تسبیح ہوگی اور وُہ ہمیشہ ورد و سلام میں مشغول رہتا ہوگا اور اسی طرح شائد یہ کم بخت البغدادی بھی اُن لوگوں میں سے ہوگا جو قبروں کے سامنے بچھے رہتے تھے، اولیاء اللہ کی امداد بں مانگتے ہیں اور خلق خدا پر اس قسم کی بیہودہ اور جھوٹی پرہیزگاری جتاتے رہتے ہیں۔ باقی رہے مفتی صاحب تو ان کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وُہ تو بہرحال مفتی ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ وُہ دن میں جماعت کے ساتھ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں اور تہجد و اشراق اور وتر و نفل کے پڑھنے میں بھی حتیٰ الوسع دریغ نہیں کرتے۔ خدا کی لعنت ان سب پر ہو۔

یہ باتیں نہ صرف افریقہ میں ہوئیں، بلکہ ہمارے ہاں شام میں بھی۔ فرانسیسیوں کی فتح کے بعد کئی مولوی صاحبان یہاں بھی اس قسم کی خیانت کے مرتکب ہوئے۔ اگرچہ ان کی خیانت کسی حد تک مذہبی خیانت نہ تھی، تاہم وطنی خیانت ضرور تھی۔ چنانچہ جب فرانسیسیوں نے بعض مولوی صاحبان سے لیگ آف نیشنز کو تار بھیجنے کے لئے کہا کہ وہ "المؤتمر السوری الفلسطینی" کے خلاف جو شام اور فلسطین کی خود مختاری کے لئے کوشش کر رہی تھی، نفرت و بیزاری اور بے تعلقی کا اظہار کریں تو سب سے پہلے انہی بڑی بڑی پگڑیوں والے، لمبی لمبی عباؤں اور موٹی موٹی گردنوں والے اور بڑے بڑے پیٹ والے مولویوں نے اس تار پر دستخط کئے۔ پس اگر میں یہ نہ کہوں کہ ان پر خدا کی لعنت ہو تو شاید میرے افریقہ کے بھائی مجھ پر ناراض ہو نگے اور کہینگے کہ تم نے ہمارے صدر اعظم اور مفتی اکبر پر تو خدا کی لعنت بھیجی مگر اپنے شام کے مولویوں کو اس "نعمت" سے کیوں بچا لیا؟ پس میں

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن خود مسلمان ہی ہیں۔ یہ انتہاء ہے کہ اگر کوئی سچا مسلمان اپنی ملت اور وطن کی خدمت بھی کرنا چاہتا ہو تو وہ اپنے مسلمان بھائی سے اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی خوف کھاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی تجویز سن کر کسی اجنبی کے کان میں کہہ دے اور اس کی چغلی کھائے۔ ایسی چغلخوری اور جاسوسی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے اجنبیوں کو فائدہ پہنچایا جائے۔ وہ مسلمانوں سے ہوشیار رہیں اور مسلمان اپنی قوم اور دین کے لئے کچھ نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائے۔

سلطان ابن سعود کا قول ہے کہ مجھے مسلمانوں اور صرف مسلمانوں ہی سے ڈر ہے میں اجنبیوں سے نہیں ڈرتا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اجنبیوں نے جس قدر ممالک اسلامیہ میں فتوحات حاصل کی ہیں، اگر وہ سب کی سب مسلمانوں کے ہاتھ سے پوری نہیں ہوئیں تو ان فتوحات کا نصف تہائی ضرور مسلمانوں کے ہاتھ سے پورا ہوا ہے۔ اجنبیوں کو مسلمانوں میں سے عموماً ایسے بہت لوگ مل جاتے ہیں جو ان کی ہمدردی کے لئے اپنی قوم کی جاسوسی کرتے ہیں یا اجنبیوں کے حق میں پروپیگنڈا کرتے ہیں یا ان کے ساتھ مل کر تلوار اٹھاتے ہیں اور اپنی قوم کی گردنیں کاٹ کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ ان حالات میں فرمائیے کہ اب اسلام اور ایمان کہاں ہے؟ اور خدا کے اس فرمان کی کسے پرواہ ہے۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ یعنی مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور قرآن کی یہ آیت کسے یاد ہے وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ یعنی جو کافروں کو اپنا دوست بناتا ہے وہ انہی میں سے ہوگا نیز خدا کے اس حکم کی تعمیل کرنے والے کہاں ہیں!-

إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ

سوائے اس کے نہیں کہ روکتا ہے خدا تعالیٰ نے تم کو ان لوگوں سے جنہوں نے تمہارے ساتھ دین میں لڑائی کی ہے اور اپنے گھروں سے نکالا ہے اور تمہیں اپنے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے کے درپے ہوئے ہیں

کے بالوں کے متعلق کیا پروپیگنڈا کیا ہے؟ انہوں نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ یہ قانون شاہِ مراکش اور اس کی گورنمنٹ نے منظور کیا ہے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مُسلمان کے مُسلمان دُشمن

اِن حالات میں ہمارے بھائی بسیونی عمران صاحب فرمائیں، کیا یہی وُہ اسلام ہے جس کے لئے آپ خُدا سے مسلمانوں کی نصرت اور تائید کا مطالبہ کرتے ہیں؟ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا:۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ یعنی خدا تعالےٰ کبھی انسانی بستیوں اور شہروں کو ظلم کے ساتھ تباہ نہیں کرتا جب کہ اُن کے رہنے والے نیک ہوں۔ پس جب تک ہم مسلمانوں میں خائن اور غدّار مسلمان موجود ہیں اور انہیں ان کے اعمال سے کوئی روکنے والا نہیں، ہم یقیناً ایسی ہی ذلّت اور خواری کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اجنبیوں کو یہ طاقت نہیں دی کہ وُہ اسلامی ممالک کو فتح کریں، انہیں اپنا غلام بنائیں اور ان کے مالوں پر قبضہ کرلیں، بلکہ اِس ظلم کے ہم خود ذمہ دار ہیں، ہم نے خود اپنی غدّاری سے اسلامی ممالک کو غیروں کو قبضے میں دیدیا ہے۔ اب مسلمانوں کی ذلت، پستی اور محکومی سے خدا تعالےٰ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو زندگی کا سبق سکھایا جائے اور اِن کے بُروں کو نیکوں سے اِس طرح علیحدہ کر دیا جائے جس طرح آگ سونے کو کھوٹ اور میل سے پاک اور صاف کر دیتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔	لوگوں کے اعمال کے نتیجہ کے طور پر خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا ہے تا کہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا کچھ بدلہ دیں۔ شائد کہ وُہ باز آ جائیں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی خرابی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ

گزار رہے ہیں۔ ان کو نہ غم ہے، نہ فکر ہے، نہ حیا ہے اور نہ شرم ہے۔ وہ مسلمانوں کے حقوق کو فروخت کر کے ان کی قیمت کھا رہے ہیں اور اپنے آرام کے عاشق ہیں اور ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے اور کوئی ملامت نہیں کرتا اور نہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا مسلمان موجود ہے جو انہیں ان غداریوں اور بدکاریوں کا بدلہ دے سکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام عالم کے مسلمان برابر نہیں ہیں، مثلاً افغانیوں میں کوئی ایسا آدمی نہ ملیگا جو اجنبی کی خدمت کرے اور پھر زندہ رہے۔ اسی طرح وہابیوں میں یہ بات نہیں ملتی۔ نیز مصریوں میں آج کل سیاسی احساس یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ کوئی آدمی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ اجنبیوں کے حکم کو علی الاعلان ترجیح دے یا اجنبیوں کی صف میں صاف طور پر کھڑا ہو سکے۔ لیکن اسلام کے دوسرے ملکوں میں یہ بات موجود ہے یا ہے ان ممالک میں اور جو شخص بھی چاہتا ہے، بلا کسی تردد کے علی الاعلان غیر طاقتوں کے ساتھ مل جاتا ہے اور علی الاعلان ان کی حمایت کرتا ہے۔ اب فرمایئے کہ کیا ایسے ہی مسلمانوں سے خدا نے یہ وعدہ کیا تھا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین میں ہی حکومت
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ	عطا فرمائیگا اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ	اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے ڈر
الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ	خوف کے بعد اس کو بدل بامن کر دے گا بشرطیکہ
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ	میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ط	شریک نہ کریں

سو اب ہمارا کہنا ہے کہ اس کا اشارہ (یا وعدہ) آج کل کے مسلمانوں کی طرف نہ وہ مسلمان جو اپنی قوم کے خائن ہیں، دشمنوں کے دوادار ہیں، ان کی رہنمائی ہے

يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ | نہ دوستی کرو تم اُن سے اور جس نے تم میں سے اُن کیساتھ دوستی کی وُہ ظالم ہونگے

اسی حکم کے مطابق یہ حکم بھی ہے :-

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ۔	ڈرو تم اللہ سے اور اپنے درمیان کے جھگڑوں کی دوستی کرو اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو ۔ اگر تم مومن ہو ۔

کیا خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ، ایمان کی برادری اور مومنوں کی دوستی اسی طرح ہوتی ہے کہ غیروں کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کو تباہ برباد کیا جائے ۔ پھر کیا خدا ایسے لوگوں کو عزت اور نصرت دیگا اور اس زمین پر انہیں حکمران بنائیگا جو اپنی قوم ، اپنے وطن اور اپنی ملت کے خلاف غیر طاقتوں کی دلی خدمت اور وفاداری کو اپنا مقصد بنائے ہوئے ہوں ؟

اب اس مسئلہ کے اصلاحی پہلو پر غور فرمایئے ۔ اگر کوئی غیرت مند مسلمان ان بزرگوں کو ملامت کرے اور انہیں خیانت اور غداری سے منع کرے تو وُہ ہمیشہ یہی جواب دینگے کہ نہ ہم لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اجنبیوں کے ظلم و ستم سے محفوظ رہ سکتے ہیں ۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں ، وُہ بے شک بُرا ہے لیکن ہم سے کئی گنا زیادہ بُرائیاں کرنیوالے بھی موجود ہیں ۔

یہ عذرات قطعاً نادرست ہیں ۔ اگر یہ لوگ اپنی تلواروں سے اپنی قوم اور ملت کی خدمت نہیں کر سکتے تو قلموں کو جنبش دیتے ، اگر قلموں کو جنبش نہیں دے سکتے تھے تو پھر زبان سے خدمت کرتے ۔ اگر زبان سے بھی خدمت کا موقع نہ پاتے تو کم از کم دلوں ہی سے کفار کو بُرا سمجھتے ، لیکن ان کمبختوں نے نہ یہ کیا ، نہ وُہ کیا ، بلکہ کیا تو یہ کیا کہ اجنبی لوگوں کے لئے اپنی قوم کی مصلحت کے خلاف جاسوسی کی اور اس ذلیل طرزِ عمل کے باوجود وُہ بہت خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں اور بے خبر بڑے ہوئے عیش کی زندگی

کیا ہمارے بھائی لسبیلی عمران صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج کل کے مسلمانوں میں سوائے شاذ و نادر کے کوئی ایسا مسلمان مل سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور انہیں باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، تجارت، دولت اور جائداد پر ترجیح دیتا ہو؟

ایک قابل غور مثال

اب ہم ایک اور مثال دینگے جس سے مسلمانوں کی ہمت اور ایمان کا اندازہ لگ سکیگا اور وہ یہ ہے:-

ہم خدانخواستہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ فرانسیسی لوگ بربریوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہو رہے ہیں اور پوپ صاحب اس کام کو اچھی طرح سرانجام دینے کیلئے دنیا کے کیتھولک عیسائیوں سے چندہ کی اپیل کرتے ہیں تاکہ اسی لاکھ بربری مسلمانوں کو چالیس کروڑ عیسائیوں میں شامل کر سکیں اور ان کے لئے گرجے، سکول، یتیم خانے اور ہسپتال وغیرہ بنوا سکیں۔ غور کریں کہ انہیں کتنے کروڑ روپے ملینگے؟

جواب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہیں چھ مہینے کے اندر اندر کئی کروڑ روپے مل جائینگے۔

اور اگر پروٹسٹنٹ مذہب کے عیسائیوں کو اس کام کے لئے کہا جائیگا تو ان کا چندہ کیتھولک کے چندہ کی نسبت یقیناً دوگنا ہوگا اور یہ رقم بہت کم مدت میں جمع ہو جائیگی۔

اب ہم مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ دیکھو! تمہارے بربری بھائی اسلام سے مرتد ہونے کے قریب پہنچ گئے ہیں اور اس ارتداد کا باعث محض جہالت ہے لہذا تمہارا فرض ہے کہ تم ان لوگوں میں اپنے علماء بھیجو تاکہ وہ انہیں اچھی طرح سے اسلام سکھاویں پھر ان کے لئے مسجدیں، سکول اور یتیم خانے وغیرہ بنوا دیں تاکہ وہ اسلام پر قائم رہ سکیں۔

فرمائیے! ہماری اس اپیل کا نتیجہ کیا ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ ان کی کوشش اور دوڑ دھوپ کے بعد بھی شاید مسلمانوں کا چندہ عیسائیوں کے چندہ کا سواں حصہ

اپنے بھائیوں کو ہر قسم کے نقصانات پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے ۔ بلکہ دنیوی ساز و سامان کی خاطر وہ ہر ذلیل سے ذلیل کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے ایمان کو اعمالِ صالحہ کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ اُن کی ان بداعمالیوں سے ظاہر ہے کہ ان کا سینہ دراصل ایمان ہی سے خالی ہے ۔

مذکورہ بالا آیت کا اشارہ ان مسلمانوں کی طرف ہے جنہوں نے اپنی قوم کے مقابلہ میں دشمنوں کو مدد دی ہے۔ ان کی جاسوسی کی ہے اور اپنی قوم، وطن اور ملت کی خرابی کیلئے اجنبیوں کے ساتھ مل گئے ہیں اور انہوں نے اپنے اسلام کے لئے صرف یہ بات کافی سمجھ رکھی ہے کہ نماز پڑھو، درود بھیجو اور ایک لمبی سی تسبیح اپنے ہاتھوں میں پکڑے رکھو ۔

اگر یہ باتیں کسی شخص کو مسلمان بنانے کے لئے کافی ہوتیں تو ہم قرآن کریم میں جابجا نہ دیکھتے ۔ اے مسلمانو! تم لڑائیاں کرو، صبر کرو، سچے ہو جاؤ، تکلیفیں اٹھاؤ، اپنے مومن بھائیوں کی مدد کرو، انصاف سے کام لو، احسان کرو، وغیرہ وغیرہ ۔

اگر صرف درود و وظائف کسی انسان کو مسلمان بنانے کے لئے کافی ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا:-

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۤؤُكُمْ وَاَبْنَاۤؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔	اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور قوم اور کمائے ہوئے اموال اور تجارت اور اچھے مکانات تمہارے لئے اللہ اور اس کے رسول اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہیں تو تم خدا کے حکم کا انتظار کرو اور یہ اللہ تعالیٰ کبھی فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا

کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے روپیوں کے ڈھیر خرچ کریں بلکہ توپیں، ہوائی جہاز اور ٹینکوں تک کو کام میں لائیں اور مسلمانوں کو اپنے شعائر دینیہ کی ادائیگی سے روک دیں۔ اس کے علاوہ اسلام کو شکست دینے کے لئے اسلامی ملکوں میں بھی ہر قسم کا پروپیگنڈا کریں۔ یہ لوگ تو ان سب حرکات کے باوجود بھی مہذب، متمدن اور جنٹلمین رہ جاتے ہیں مگر مسلمان اپنے بھائیوں کو بچا بھی نہیں سکتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو تمام یورپ میں اس کے متعصب ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ دیا جاتا ہے۔

اب ایک اور تماشا دیکھئے، یورپ کی یہ تمام گواہیاں ظاہر ہیں۔ فرنچ گورنمنٹ اپنے آپ کو غیر متعصب کہلانے کے باوجود بربریوں کو عیسائی بنا رہی ہے اور ہالینڈ کی گورنمنٹ جاوا میں مشنریوں کی حمایت کر رہی ہے۔ بلجیم گورنمنٹ کونگو کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے درپے ہے، برطانوی حکومت یوگنڈا، دارالسلام اور سوڈان میں اسلامی تبلیغ کی روک تھام کر رہی ہے۔ یہ اور ایسی ہی ہزاروں مثالوں کے باوجود یہ نام نہاد مغرب زدہ مسلمان اب تک ناواقف مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ یورپ نے دین کو بالکل پس پشت چھوڑ رکھا ہے اس لئے کامیاب ہوا ہے اور ہم بھی کبھی ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم اسلام کو خیرباد نہ کہہ دیں۔

ترکی میں اسی قسم کا پروپیگنڈا کیا گیا تھا اور بہت سے لوگ ان کے جال میں بے سوچے سمجھے پھنس گئے۔ پھر ترکوں کے پیرو مصر میں، شام میں، عراق میں اور ایران میں جب بعض لوگوں سے سنتے ہیں تو ایسی خلاف حقیقت باتیں بلا تامل کہہ جاتے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ان حجابوں کی باتوں کو تسلیم کرنے والے سادہ لوح آدمی ہر جگہ مل جاتے ہیں۔

ہوگا اور اس سے زیادہ کبھی نہیں ہوگا۔

پس اس مثال سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی حمیت عیاں ہوگئی اور اس کے بعد یہ سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ مسلمان کیوں ذلیل ہوگئے ہیں اور دیگر اقوام ترقی پر ہیں؟

مسلمانوں پر تعصب کا الزام اور اس کی حقیقت

عیسائیوں کے شہرہ آفاق تعصب کے باوجود عیسائی مصنف، ان کے اخبار نویس اور ان کے مستشرق شاگرد، دوسروں پر تعصب کا الزام لگانے میں شرم نہیں کرتے اور اپنے آپ کو وسیع دل بتاتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ، راقم الحروف کے علاوہ جناب ایڈیٹر صاحب المنار (مرحوم) اور عبدالحمید بک سعید رئیس جمعیۃ الشبان المسلمین وغیرہ اصحاب کو جو اسلام کی حمایت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جگاتے ہیں، ہمیشہ متعصب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہم صرف عیسائیوں کے نزدیک ہی متعصب نہیں ہیں بلکہ ان لوگوں کے نزدیک بھی متعصب سمجھے جاتے ہیں جو مسلمان کہلانے کے باوجود نہایت ہی مغرور اور زمانہ کے ساتھ دین سے بے پروا ہو چکے ہیں۔ اور بعض دفعہ عیسائیوں کی دوستی حاصل کرنے کے لئے ان پر اکثر دین اسلام سے اپنی لاپروائی جتاتے رہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرنگیوں کے نزدیک مسلمان اسی وقت غیر متعصب ثابت ہوسکتا ہے، جب کہ وہ یہودیوں کو عیسائی بنانے میں فرانسیسیوں کی کوشش کا حال سن کر اپنی آنکھیں بند کر لے یا جب وہ سنے کہ ہالینڈ والوں نے جاوا میں دس لاکھ مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا ہے۔ جیسا کہ ہالینڈ پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے کہا ہے کہ مجھے کوئی پروا نہیں جاوا کے رہنے والے عیسائی ہوں کہ مسلمان؟ مذہب کی تبدیلی ان کا پرائیویٹ معاملہ ہے اور اس کا تعلق ان کے ضمیر سے ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا کرے تو وہ ترقی یافتہ اور بے تعصب انسان سمجھا جائیگا اور تمام یورپ میں اس کا ذکر ہوگا۔ لیکن ان کے خلاف عیسائیوں

نے کیا خوب کہا ہے :-

و انما الامم الاخلاق ما بقیت فان ھم ذھبت اخلاقھم ذھبوا

قومیں تب تک قائم رہ سکتی ہیں جب تک ان میں اخلاق ہیں اور اگر ان کے اخلاق چلے جائیں تو وہ خود بھی چلے جاتے ہیں۔

۴۔ علماء اور سلاطین کا زوال

چہارم مسلمانوں کے زوال کے اہم وجوہات میں سے ان کے علماء اور بادشاہوں کی کمزوری ہے۔ چنانچہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی رعیت محض ان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے اور ان کا حق ہے کہ وہ اس کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں اور یہ طریقہ ان کے دماغوں میں یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ اگر کوئی شخص انہیں راہ راست پر لائے تو وہ اسے بغیر کسی قسم کے تامل کے مار ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان ظالم بادشاہوں کو ایسے منافق مولوی ملے ہوئے ہیں جو انہیں ہمیشہ سیکڑوں اور ہزاروں مسلموں کو باغی قرار دے کر قتل کا فتوے دیتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے علماء کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ بادشاہوں کو سیدھا راستہ دکھائیں۔ چنانچہ زمانہ قدیم کی اسلامی حکومتوں میں عالموں اور مولویوں کا کام وہی تھا جو آجکل پارلیمنٹ کا کام ہے۔ وہ اپنی قوم اور بادشاہ پر نگرانی رکھتے تھے اور جب کبھی قوم پر ظلم ہوتا تھا، وہ فوراً اپنی آواز اٹھا کر اس ظلم کی طرف خلیفہ اور اس کے ماتحتوں کو توجہ دلاتے تھے اور اس طرح ہمیشہ مسلمانوں کا کام درست رہتا تھا۔

درستی کی بڑی وجہ تھی کہ یہ علماء پرہیزگار، متقی اور دنیا کے سارے سامان سے بالکل بے پروا تھے اور انہیں یہ فکر نہ تھی کہ بادشاہ ان کی نصیحت سے ناراض ہو جائیگا۔ جب تک مسلمانوں میں ایسی جماعت زندہ رہی، کسی خلیفہ یا بادشاہ کو علی الاعلان ظلم کرنے کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عام امت علماء کے پیچھے ہے اور علماء

مسلمانوں کی پسماندگی کے اہم دیگر اسباب

اگرچہ مسلمانوں کے پیچھے رہنے کے وجوہات بہت ہیں تاہم ان میں سے چند اہم وجوہات کا ذکر کیا جاتا ہے -

۳ - جہالت

سب سے اوّل جہالت ہے۔ کچھ شک نہیں کہ جاہل لوگ جو سرکہ اور شراب میں بھی تمیز نہیں کر سکتے، ہر قسم کی بیہودگی کو ماننے کے لئے تیار رہتے ہیں اور جواب دینے کی طاقت نہ رکھنے کے باعث اغیار کے فریب میں آجاتے ہیں

۴ - کم علمی

دوسری وجہ مسلمانوں کی کم علمی ہے۔ یہ چیز جہالت سے بھی بدتر ہے کیونکہ اگر جاہلوں کو کوئی سچا عالم مل جائے جو راہِ راست پر آمادہ کر سکے تو وہ فی الفور راستی کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن نیم تعلیم یافتہ اشخاص جو نہیں جانتے کہ وہ کم علم ہیں، وہ اپنی منطق کے سامنے کسی کا قول بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے۔ "نیم طبیب خطرہ جان اور نیم ملا خطرہ ایمان"۔ میری اپنی رائے بھی یہی ہے کہ ایک پورا جاہل آدھے جاہل سے بہتر ہے -

۵ - اخلاق کا زوال

تیسری چیز مسلمانوں کے اخلاق کا گر جانا ہے۔ ہم نے قرآنِ کریم کی ارشاد فرمائی ہوئی اچھی صفات جن سے ہمارے سلف صالح اعلیٰ مرتبوں تک پہنچے، بالکل ترک کر دی ہیں اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ قوم کو بنانے اور بڑھانے کے لئے علوم اور معارف کی نسبت اخلاقِ عالیہ کی موجودگی کہیں زیادہ ضروری ہے۔ امیر الشعراء شوقی صاحب

کرتے، نہ دشمن سے سبق لیتے ہیں اور نہ خدا کے اِس قول سے عبرت حاصل کرتے ہیں :-

ولا تهنوا في ابتغاء القوم ان تكونوا تألمون فانهم يألمون كما تألمون وترجون من الله ما لا يرجون - (۵-۱۲)

یعنی تم دشمنوں کے پیچھا کرنے میں کاہلی مت کرو، اگر تم کو تکلیف ہوتی ہے تو انہیں بھی تمہاری طرح تکلیف ہوتی ہے مگر تم خدا سے وہ امید رکھتے ہو، جو وہ نہیں رکھتے۔

ڈرپوکی کے ساتھ سب سے بڑی مرض یہ ہے کہ عام مسلمانوں میں مایوسی بھی پھیل رہی ہے ان کا یہ عقیدہ ہو گیا ہے کہ وہ فرنگیوں سے بہت گرے ہوئے ہیں، وہ ان سے لڑ کر عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے ساتھ لڑنے میں ان کو کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے بلکہ نقصان ہوگا، یہ عقیدہ یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ فرنگیوں کو محض مسلمانوں کی بزدلی کے باعث کئی جگہ فتح حاصل ہونے لگی ہے اور پرانے زمانے کی روایات بدل گئی ہیں اور کئی جگہ ان کے چند آدمی بے شمار مسلمانوں کا مقابلہ کرنے لگے ہیں۔

يرى الجبناء ان الجبن حزم وتلك خديعة الطبع اللئيم

یعنی ڈرپوک لوگ بزدلی کو عقلمندی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کمینہ لوگوں کا [illegible]

افسوس ہے کہ ہم وہ زمانہ بھول گئے ہیں جبکہ محض بیس مسلمان [illegible] سے فرانس کے [illegible] میں فراکسینیہ کو آئے اور پہاڑ پر قبضہ کر کے اور ایک قلعہ بنا کر وہاں رہنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ ایک سو ہو گئے تب انہوں نے ایک باقاعدہ گورنمنٹ قائم کی اور فرانس کے جنوبی حصہ کے علاوہ اٹلی کے شمالی حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کی تعداد صرف ایک سو تھی مگر اس حال میں بھی گردونواح کے بادشاہ ان کی دوستی کے طلبگار رہتے۔ کوہِ الپس کی چوٹی، فرانس اور اٹلی کے وسطی پہاڑوں کی شاہراہیں ان کے قبضہ میں تھیں اور ان راستوں سے جس قدر بھی قافلے گذرتے تھے وہ ان سب سے ٹیکس وصول کرتے تھے۔

حق پرست ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان اچھے اور سچے عالموں کے بعد ایسے علماء پیدا ہوئے ہیں، جنہوں نے علم کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنا لیا۔ اور دُنیا کو تسکار کرنے کے وسیلے ہو گئے۔ ایسے علماء نے فاسق اور بدکار بادشاہوں کی ناجائز باتوں کو بھی جائز کر دیا اور ان کی رہنمائی کے لئے دین کے احکام کو دین کے نام سے توڑ ڈالا اب رہے عوام الناس تو وہ ان منافق مولویوں کی بڑی بڑی پگڑیوں اور لمبے لمبے عصاؤں کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان مولویوں کے فتوے صحیح ہیں، ان کی رائے درست ہے اور شریعت کے موافق ہے۔ پس، اس گمراہی اور غلطی سے اسلام کی خرابی بڑھ رہی ہے۔ اُمت کے فائدے ضائع ہو رہے ہیں، مسلمان روز بروز مرتے جاتے ہیں، ان کے دشمن ترقی کرتے جاتے ہیں اور ان سب باتوں کا گناہ مولویوں پر ہے۔

۷۔ بزدلی اور ڈرپوکی

پنجم، مسلمان کے تنزل کا ایک اور بڑا سبب ان کی ڈرپوکی اور بزدلی ہے اُن کے اسلاف، تمام اقوام عالم میں شجاعت و شہامت کے لئے مشہور تھے، وہ موت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، یہ وہ وقت تھا جب کہ ایک مسلمان تن تنہا دس آدمیوں کا اور بعض دفعہ سو کا مقابلہ کرتا تھا مگر آج کی حالت یہ ہے کہ وہ موت کے نام سے بھی ڈرنے لگتے ہیں اور اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ خوف ہی ایک ایسا امر ہے جو اسلام کے ساتھ کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔

زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں پر زیادتی کرنے والے دشمنوں کو موت کا اس قدر خوف نہیں ہے جس قدر دشمنوں کے ہٹانے میں مسلمانوں کو موت کا خوف ہے اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے دشمن اپنی قوم اور وطن کے لئے کس طرح موت سے کھیل رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کو کیا کیا کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں؟ لیکن پھر وہ شرم نہیں

وہ فرنگیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مگر امر یہ ہے کہ جب مسلمانوں میں ہمت اور عقل ہو گی تو وہ نئے علوم اور موجودہ اختراعات کے بھی مالک ہو گے۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ جاپانی لوگ سنہ ۱۸۸۶ء تک تمام ممالک مشرقیہ کی طرح پسماندہ تھے لیکن جب انہوں نے اہلِ یورپ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہا اور ان کے علوم اور صنعتوں کو سیکھا تو وہ پچاس ہی سال کے اندر اندر ان کے برابر ہو گئے پس اگر امتِ مسلمہ کھڑا ہونا چاہتی ہے اور طاقتور قوموں کے دوش بدوش چلنا چاہتی ہے تو اس کے لئے بھی یہی راستہ کھلا ہے۔ وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اغیار کا مقابلہ کر سکتی ہے جیسا کہ جاپانیوں نے کیا ہے درانحالیکہ وہ اپنے مذہب اور رسوم اسی طرح قائم ہیں۔

ایک سوال یہ ہے کہ مسلمانوں نے کس وقت جدید قسم کے ہتھیار اور لڑائی کا سامان حاصل کرنا چاہا اور انہیں نہیں ملا؟ یہ بات کبھی بھی نہیں آئی، بلکہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں اگر کوئی کمی ہے تو وہ عزم و استقلال کی کمی ہے۔ جب بھی ان میں عزم و استقلال پیدا ہو گا انہیں سب کچھ مل جائیگا۔

کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر آج کوئی مسلمان ہتھیار حاصل کرنا چاہے تو دوسرے ہی دن اسے ہر قسم کے ہتھیار مل جاتے ہیں ہاں ہتھیار لینے کے لئے پیسہ دینا ہوتا ہے اور وہ اس معاملہ میں بہت کمزور ہیں۔ وہ نہ تو پیسہ کو ساتھ رکھتے ہیں اور نہ فرنگیوں اور جاپانیوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ وہ فتح و کامیابی کو بغیر ہتھیاروں کے اور ہتھیاروں کو بغیر پیسہ کے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ حماقت ہے ہماری انہی کوتاہیوں کے باعث جب دشمن مسلمانوں پر غالب آتا ہے تو ہم چیخنے لگتے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں کہ خدا کا وہ وعدہ کہاں ہے؟ وکان حقاً علینا نصر المومنین۔ (اور ہم پر حق ہے، مومنوں کی امداد کرنا)

اس چھوٹی سی جماعت نے یہاں تک ترقی کی کہ وہ یورپ اور سوئٹزرلینڈ کے بیچ میں بحیرہ کونسٹانزہ تک پہنچ گئی اور پورے بچانوے سال تک ان علاقوں پر حکمران رہی۔ آخرکار تمام اہل فرنگ متحدہ قوت سے ان کے مقابلے پر کمربستہ ہو گئے۔ یہاں تک وہ مسلسل لڑائیوں کے بعد مٹا دیئے گئے۔ اس وقت ان مسلمان عربوں کی تعداد ۱۵۰۰ سے زیادہ نہ تھی

جاہلوں کے شبہات کی تردید

بعض بے وقوف کہینگے کہ ہاں، جو کچھ آپ کہتے ہیں، وہ ضرور درست اور بجا ہے لیکن یہ باتیں تب تھیں جب کہ فرنگیوں کے پاس لڑائی کے جدید آلات، توپیں، ٹینک اور ہوائی جہاز وغیرہ موجود نہ تھے۔ علوم جدیدہ کی ترقی نے ان خیالات کو بالکل بدل دیا ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ باتیں محض بے وقوفی اور حماقت کی باتیں ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کے دشمن کچھ کم سازوسامان کے مالک نہ تھے۔ تاریخ کی ورق گردانی کیجئے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ پرانے زمانے میں بھی لڑنے کے لئے خاص خاص ہتھیار موجود تھے اور وہ اس زمانے کے لئے آج کل کی توپوں، مشینوں وغیرہ ہی کا کام دیتے تھے۔ نیز یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ہتھیار اور سامان دلوں میں ہمت پیدا نہیں کر سکتے بلکہ انسان کی ہمت ان سامانوں کو پیدا کرتی ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہتھیار اور سامان محض بے فائدہ ہو سکتے ہیں اور ان میں اور پتھروں میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا، اگر یہ کسی کم ہمت اور بزدل انسان کے ہاتھ میں ہوں۔ لیکن اصل چیز ہتھیار نہیں بلکہ انسان کی ہمت اور حوصلہ ہے۔

اس کے جواب میں کہا جائیگا کہ اگرچہ یہ باتیں سچ ہیں تاہم عملی کامیابی کے لئے آج کل کے علوم ازبس ضروری ہیں اور چونکہ یہ علوم مسلمانوں میں موجود نہیں ہیں اسلئے

وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (۴ - ۹)	بات نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہمیں خدا تعالیٰ کافی ہے اور وہی ہمارا نگہبان ہے

لیکن موجودہ حالت کیا ہے؟ موجودہ حالت یہ ہے کہ اگر کسی ملک کے مسلمانوں سے ان مجاہدوں کے لئے جو کسی اجنبی سے لڑ رہے ہوں، چندہ مانگا جاتا ہے تو بعض لوگوں کا جواب یہ ہوتا ہے کہ چندہ دینے سے کیا فائدہ جب کہ دشمن بہرحال مسلمانوں پر غالب ہوگا؟

حالانکہ اگر وہ ذرا بھی غور کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ یہ عقیدہ انہیں اور زیادہ کمزور اور دشمن کی طاقت کو مضبوط کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے مجاہدین کی مالی امداد نہ کرنے میں، انہیں کوئی مالی فائدہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اگر مسلمان مجاہدین مغلوب ہوگئے تو تمام مغلوب مسلمانوں کی دولت، ان کی اپنی نہ ہوگی اور نہ وہ اپنی تجارت اور اقتصادیات میں آزاد ہونگے، بلکہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہوگا، وہ دشمنوں کے ہاتھ میں چلا جائیگا اور مسلمانوں کے پاس سوائے چند بوسیدہ ہڈیوں کے اور کچھ نہ رہیگا، بلکہ بعض دفعہ وہ ایسے مفلس اور قلاش ہو جائینگے کہ ان کے لئے ایک لقمہ تک باقی نہ رہیگا۔ وہ قحط کے زمانے میں بھوک کے مارے سڑکوں پر جان دے دینگے جیسا کہ افریقہ اور ہندوستان میں اکثر ہوتا ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ ان ممالک میں جب کبھی قحط پڑتا ہے تو کوئی انگریز نہیں مرتا اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اجنبیوں نے ان ملکوں کی دولت پر قبضہ کر کے اصلی باشندوں کے لئے غریبی کے سوائے اور کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پس آجکل کے مسلمان اگر اپنے مجاہد بھائیوں کی امداد کرنے سے عاجز ہوگئے ہیں تو اس کا اصل سبب بھی یہی ہے کہ انہوں نے شروع شروع میں مجاہدین کو مالی امداد دینے میں کنجوسی سے کام لیا اور اب نتیجہ میں وہ ذلیل و خوار ہونے کے علاوہ مفلس و قلاش بھی ہیں اور بھوکے بھی مر رہے ہیں۔ خدا کا قانون یاد رکھو کہ ہمیشہ غلامی کے ساتھ مفلسی ہوتی ہے اور آزادی

اس پکار کا مطلب تو یہ ہوا کہ گویا خدا نے مومنوں کو مفت میں کامیابی دینے کا وعدہ کیا ہے خواہ وہ کام کریں یا نہ کریں، یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کامیابی کے لئے مسلمان کہلانا یا درود پڑھنا یا خانقاہوں پر بیٹھ کر دعائیں کرنا کافی ہے اور یہ کر دینے کے بعد خدا کا فرض ہے کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے۔

اس کاہلی، لاپرواہی اور گمراہی کا نتیجہ دیکھئے کہ بیٹھا ہے ہتھیار مسلمان، معدودے چند ہتھیار والے فرنگیوں کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے اور جب کہیں فریقین آمنے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو مسلمان ہی مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ چکر اس طرح چل رہا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے آپ پر اعتماد باقی نہیں رہا اور وہ مایوسی کے عالم میں فرنگیوں کے نام ہی سے خوفزدہ ہونے لگے ہیں اور بعض جگہ تو خود ہی اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور مسلمان ہونے کے باوجود مستسلم (یعنی اپنے آپ کو سپرد کرنے والا) ہو کر خدا کا یہ فرمان بھول گئے ہیں:-

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام نداولھا بین الناس	تم کمزور اور غمگین مت ہو جاؤ۔ تم دوسروں سے بالاتر رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اگر تمہیں نقصان پہنچا ہے۔ تو تمہارے دشمنوں کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ اور ہم زمانے کو اسی طرح لوگوں میں پھراتے رہتے ہیں۔

مسلمان یہ حقیقت فراموش کر چکے ہیں کہ مومن کے قلب میں ناامیدی کا آنا کفر کے برابر ہے۔ درانحالیکہ فرمان خداوندی کے مطابق اُن کے اسلاف کی حالت یہ تھی:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ	یعنی یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ دشمنوں نے تمہارے لئے سامان (جنگ) جمع کیا ہے۔ سو تم کو ان سے ڈرنا چاہئے تو اس

دیے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہے، لیکن اس عدد کی اکثریت سے کیا حاصل، جب تک کہ کوئی جوہر موجود نہ ہو، بہر حال حدیث نبوی کے مطابق مسلمانوں کی پستی اور زوال کا اصل موجب یہی دو چیزیں ہیں۔ زندگی کی محبت اور موت کا خوف۔ اور ثابت شدہ بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے ساتھ کثرت محبت کرتا ہے، وہ اس کے منافعوں اور لذتوں سے ضرور محروم رہ جاتا ہے اور جو زندگی کی حد سے زیادہ حفاظت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو مصیبتوں سے نہیں بچا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ زندگی، دولت اور دنیا کی تمام پسندیدہ چیزوں کو حکم خدا کے معاملہ میں ہیچ سمجھیں، کبھی ناامید نہ ہوں اور ہمیشہ صبر و ثبات سے کام لیں، جیسا کہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ۔ (۴ - ۶)

یعنی بہت نبی ہو چکے ہیں، جن کے ساتھ ہو کر بہت بہت اللہ والے لڑے ہیں سو نہ تو انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے ہمت ہاری جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئے اور نہ ان کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے اور اللہ تعالیٰ ایسے مستقل مزاج لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

پس مسلمانوں کے متعلق اسی طرح خدا چاہتا ہے کہ وہ مسلمان ہوں، لیکن اگر وہ ایسے نہیں ہیں تو ان کا کیا حق ہے کہ وہ خدا سے قرآن حکیم کے وعدوں کے ایفاء کا مطالبہ کریں؟

۴۔ تعصب و تنگ خیالی اور الحاد

اسلام کے تنزل کے اہم وجوہات میں سے دو چیزیں اور ہیں، ایک تعصب اور تنگ خیالی اور دوسرے الحاد۔ میری رائے ہے کہ جس طرح ملحد لوگ جو پرانے رسوم و رواج اور نظریوں کی بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں، اسلام کو نقصان دیتے ہیں۔ اسی طرح متعصب اور تنگ خیال لوگ بھی جو ہر پرانی رسم کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور کسی بھی مفید اصلاح کے قبول

کے ساتھ دولت مندی۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لا تدخروا المال للاعداء انهم ان يظهروا ياخذوكم والبلاد معا
هيهات لا خير في مال وفي نعم قد استقطبهم كما ان انفكم جدعا

یعنی تم دولت کو دشمنوں کے لیے مت جمع کرو۔ کیونکہ وہ اگر تم پر غالب آجائینگے تو تم کو تمہاری رہے گی اور تمہاری دولت دونوں چیزوں کو چھین لینگے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس دولت سے جسے تم نے جمع کر رکھا ہے۔ تم کو کوئی فائدہ نہیں ہے اگر تمہاری ناک کٹ گئی۔

اور متنبیؒ نے کہا ہے۔

فلا مجد في الدنيا لمن قل ماله ولا مال في الدنيا لمن قل مجده

یعنی دُنیا میں نہ ان لوگوں کے لئے بزرگی ہے جن کی دولت کم ہے اور نہ ان لوگوں کے دولت ہے جن کی بزرگی کم ہے۔

افسوس ہے کہ مسلمان دولت اور زندگی کی بے حد حفاظت کر رہے ہیں اور اس لئے انہوں نے دونوں کو ضائع کر دیا ہے۔ اب ان کی حالت اس صورت کے مطابق ہے حضورؐ نے فرمایا۔ ایک وقت ایسا آئیگا جب کہ تم پر قومیں ٹوٹ پڑینگی جیسا کہ بھوکے آدمی کھانے کی رکابی پر ٹوٹ پڑتے ہیں تب لوگوں نے رسول کریمؐ سے پوچھا کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم بہت ہو گے مگر تمہاری حالت ایسی ہو گی جیسے کہ سیلاب کے اوپر کھاس پھوس ہوتا ہے لوگوں نے سوال کیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ تم میں وہن پیدا ہو جائیگا سوال کیا گیا کہ یا حضرتؐ وہن سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا کہ دولت کی محبت اور موت کا خوف۔ بس یہی دونوں چیزیں مسلمانوں کے زوال اور بربادی کا موجب ہیں وہ موت سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ بھی نہیں کرتے اور دولت کی محبت اس قدر ہے کہ خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کو بھی مالی امداد نہیں

فرانسیسیوں کی ماتحتی کے باوجود کسی قوم میں جذب نہیں ہوئی۔ یہ لوگ آج تک اپنی خاص زبان بولتے ہیں اور اپنے خاص رسوم و عادات پر قائم ہیں۔

اسی طرح بلجیم میں ایک چھوٹی سی قوم فلمنگ کے نام سے موسوم ہے جس کی زبان فرانسیسی نہیں ہے حالانکہ بلجیم کی زبان فرانسیسی ہے۔ اس قوم نے فرنچ کو اپنے سکولوں میں قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بلجیم گورنمنٹ کو فلمنگ زبان کو سرکاری زبان کے طور سے قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔

سوئٹزرلینڈ میں تین قومیں، فرانسیسی، جرمن اور اٹلین آباد ہیں۔ جرمنوں کی مردم شماری اٹھائیس لاکھ ہے۔ فرانسیسیوں کی آٹھ لاکھ اور اٹلی کی دو لاکھ سے کچھ زیادہ۔ باوجودیکہ یہ تینوں قومیں ایک ہی گورنمنٹ کی رعایا ہیں اور ان سب کی مصلحت ایک ہی ہے تاہم ان میں سے ہر ایک اپنی زبان پر قائم ہے اور اپنی قومی خصوصیات کی حفاظت کر رہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ڈنمارک سکنڈے نیویا اور ہالینڈ، جرمنی ورجے کی شاخیں ہیں۔ لیکن وہ ایک دفعہ اپنی قوم سے جدا ہو کر، اب جرمنی میں مل جانے کو قبول نہیں کرتے۔

چیک والے کئی صدیوں تک جرمنوں کے ماتحت رہے لیکن چیک ہی رہے جرمن نہ ہوئے۔ چنانچہ یہ لوگ پورے پانچسو سال تک اپنی قومیت اور زبان کی حفاظت کرنے کے بعد اب جنگ عظیم کے نتیجہ میں خود مختار ہو چکے ہیں

جرمنوں نے مجریوں کو تعلیم دی ہے، ان کو ترقی دی ہے لیکن انہیں اپنے آپ میں شامل نہ کر سکے۔

روسی لوگ دو سو سال تک کوشش کرتے رہے کہ پولینڈ والوں کو اپنے آپ میں شامل کر لیں اور ان کی زبان کو مٹا دیں، باوجودیکہ ان دونوں قوموں کی اصل ایک

کرنے پر تیار نہیں ہوتے اور خیال کرتے ہیں کہ ہر جدید بات کا اختیار کرنا خواہ وہ کسی قدر کیوں مفید ہو موجب کفر ہے، اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ایسے متعصب اور ملحد لوگوں نے اسلام کو ضائع کیا ہے کہ وہ مسلمانوں اور مصریوں کو فرنگیوں کے ساتھ اس طرح ملا دینا چاہتے ہیں کہ اس ملاپ کے بعد اُن کا کوئی قومی امتیاز باقی نہ رہ جائے۔ وہ فرنگی تمدن میں جز کیمیاوی کی طرح تحلیل ہو کر رہ جائیں اور فرنگیت کے سوا اُن کا کوئی نام و نشان تک نظر نہ آسکے۔ یہ کوشش اُن لوگوں کی طرف سے عمل میں آرہی ہے جو یورپین تہذیب سے شکست کھا کر مرعوب ہو چکے ہیں کہ ان کے بزرگ اور وہ خود بھی ذلیل اور کمینے ہیں اور وہ اپنی ایسی ذلت کو دور کرنے کے لئے اپنے حسب نسب، تہذیب اور رسوم سے انکار کرتے ہیں، حالانکہ قانون فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قوم اپنے خاص رسوم، لباس، آداب، عقیدہ، زبان، کھانے پینے اور رہنے سہنے کے طریقے پر قائم رہے اور اپنے ماحول کے مطابق قدرتی زندگی بسر کرے۔

اگر ہم فرنگیوں کی حالت دیکھیں جو دنیا کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ سمجھے جاتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ہر انگریز، انگریز رہنے پر مصر ہے۔ ہر فرانسیسی، فرانسیسی رہنا چاہتا ہے ہر جرمن جرمن رہنا چاہتا ہے اور یہی حال اٹلی اور روس وغیرہ کا ہے۔ اگر ہم آئرلینڈ والوں کو دیکھیں جو انگلینڈ کے ہمسایہ میں ایک چھوٹی سی قوم ہے اور جن کو انگریز سات سو سال تک اپنے ساتھ ملانے کے لئے کوشش کرتے رہے اور آخر ناکام ہوئے تو معلوم ہوگا کہ ان کی زبان انگریزوں سے الگ ہے اور قومی عادات و رسوم جداگانہ ہیں۔ اسی طرح فرانس کے شمال میں ایک چھوٹی قوم نے فرانسیسیوں کے ساتھ ملنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ اپنی قومی خود مختاری کی حفاظت کر رہی ہے۔ اسی طرح فرانس کے جنوب میں باسکس نامی ایک قوم پائی جاتی ہے جو نہایت قدیم ہے لیکن اب تک کسی قوم میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس کی تعداد دو لاکھ ہے اور وہ قطبیوں، عربوں، ہسپانیوں اور

ہم کروایتوں کو جو دو بڑی قوموں کے درمیان رہتے ہیں، اپنی قومیت کی حفاظت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اس طرح کئی صدیوں تک ترکوں نے صربیوں پر حکومت کی ہے مگر وہ ان کی قومیت اور جداگانہ ہستی پر غالب نہیں آسکے۔ البانی لوگ عرصہ دراز سے یونانیوں اور سلاویوں کے درمیان رہتے ہیں مگر وہ ابھی تک پورے کے پورے البانی ہیں۔ اسی طرح بلغاری لوگ، روم، سلاو اور لاتین کی تین قوموں کے درمیان رہتے ہیں۔ ترکوں کے ماتحت بھی رہے اور ان کی زبان بھی سیکھی لیکن انہوں نے اپنی قومی تہذیب اور قومی خصائص کو مٹا نہیں دیا۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ یہ سب قومیں یکے بعد دیگرے آزاد ہوئیں۔

میں نے اس وقت جس قدر بھی مثالیں دی ہیں، وہ یورپ کے اندر سے تلاش کر کے دی ہیں۔ میں نے یورپ کے باہر اس لئے نکلنا نہیں چاہا تاکہ ہمارے روشن خیال، مغرب زدہ اور الحاد پسند لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم گری ہوئی قوموں کی مثال کی پیروی کرنا نہیں چاہتے، لیکن اب وہ یہ اعتراض نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم نے جتنی مثالیں بھی دی ہیں، وہ ان سب لوگوں کی مثالیں ہیں جو تعلیم یافتہ ہیں، متمدن ہیں، خوبصورت شہروں میں آباد ہیں اور یونیورسٹیوں، لائبریریوں، تعلیمی سوسائٹیوں، فوجوں اور جنگی جہازوں وغیرہ وغیرہ کے مالک ہیں۔

اہل جاپان کی مثال

اب میں یورپ سے نکل کر جاپان کا رخ کرتا ہوں، کیونکہ جاپانیوں کی ترقی، فرنگیوں کی ترقی سے کسی طرح کم نہیں ہے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے فرنگیوں کی طرح اپنی قومیت، زبان، رسم و رواج، دین اور پرانے عادات کی پوری پوری حفاظت کی ہے۔ جاپان کے صورت حال کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل مقالہ ملاحظہ فرمائیے جو ایک یورپین نامہ نگار نے جاپان سے لکھ کر بھیجا ہے اور جنیوا کے اخبار ”جرنال دو جنیوا“ کی ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے، نامہ نگار لکھتا ہے ۔

جاپانیوں کا فنونِ جمیلہ کی طرف بہت رجحان ہے اور اگر آپ جاپانیوں کو دوا ...

ہے۔ روسیوں کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوگئیں، اب جنگِ عظیم کے بعد پولینڈ نے اپنی سیاسی خود مختاری بھی حاصل کرلی ہے۔ جیسا کہ قومیت کے لحاظ سے وہ ہمیشہ خود مختار تھا۔

ایک طرف پولینڈ والوں کو جن کی مردم شماری تین کروڑ ہے، خود مختاری حاصل ہو جاتی ہے۔ تو دوسری طرف استونیوں کو بھی جن کی مردم شماری بیس لاکھ ہے، آزادی نصیب ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے ہمیشہ اپنے قومی امتیازات کو زندہ اور قائم رکھا۔ اب یہ لوگ رُوس سے الگ ہوکر خود مختار ہو گئے ہیں، اور انہوں نے اپنی زبان کو بھی زندہ کیا ہے اور اس کے لئے حروف ابجد بھی ایجاد کئے ہیں۔ یہی حال فنلینڈ والوں کا ہے۔

رُوس نے اپنی تمام کوششیں، لتوانیوں کو جذب کرنے میں صرف کردیں، مگر اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ چونکہ اُن کے قومی امتیازات زندہ تھے، اس واسطے اب جنگِ عظیم کے بعد یہ قوم آزاد اور خود مختار ہو گئی، اور رُوس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہا، حالانکہ اس قوم کی مردم شماری صرف چالیس لاکھ ہے اور اسی طرح لتونیوں کی سرگذشت ہے۔ اگرچہ ان کی مردم شماری صرف بیس لاکھ ہے تاہم یہ لوگ بھی رُوس کے پنجے سے آزاد ہوکر اپنی مستقل قومی جمہوریت کے تابع ہیں۔

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ یورپ کی جن قوموں نے اپنی قومی خصوصیتوں کو قائم رکھا ہے، وہ آزادی اور خود مختاری سے بے نصیب نہیں ہیں۔ رُوس سے زیادہ زبردست حکومت اور کون ہوگی۔ مگر وہ بھی کئی چھوٹی چھوٹی قوموں کو اپنے آپ میں شامل کرنے میں ناکام رہی۔ اسی طرح جرمن بھی ناکام رہا ہے اور اس ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی زندہ قوم ایسی نہیں ہے (خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو) جو اپنی جداگانہ اور قومیت کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے جن قوموں نے اپنی قومیت کی حفاظت کی، وہی قومیت آخر کار ان کی آزادی کا سنگِ بنیاد بن گئی۔ اس کی تازہ ترین مثالیں یہ ہیں کہ

خوش رہا ہے کہ وُہ اپنی رسوم و تہذیب میں دوسروں سے بالاتر تھے"۔

"اب تک جاپانیوں کے ہاں (شنتو) اور (زن) کے بت خانہ کے ساتھ بدھوں کے بُت بھی موجود ہیں اور وُہ سب کے سب بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور آج بھی پرانے زمانے ہی کی طرح ان کی خدمت کی جاتی ہے اور ان پر اسی طرح ایمان اور عقیدہ رکھا جاتا ہے، جس طرح صدیوں پہلے رکھا جاتا تھا، میری رائے یہ ہے کہ اگر جاپانیوں کو بالشوزیم اور دیگر نقصان رساں خیالات سے کسی چیز نے محفوظ کر رکھا ہے تو وُہ صرف یہ ہے کہ وُہ اپنے رسم و رواج اور معبودوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں"۔

چند سال ہوئے ہیں کہ مرکز لا مازلیر نے فرانسیسی زبان میں جاپان کے متعلق ایک لمبی کتاب لکھی ہے جس کی سب اخباروں نے بہت تعریف کی ہے اور روزنامہ الدیبا نے تو اس کے متعلق ایک بہت ہی اہم آرٹیکل شائع کیا ہے جو صاحبان جاپان کے متعلق صحیح حالات اور اہلِ جاپان کی ترقی کے راز کو معلوم کرنا چاہیں انہیں اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ میں نے آج تک فرانسیسی زبان میں جس قدر جاپانی تاریخیں پڑھی ہیں ان کے مقابلہ میں مَیں نے یہ محسوس کیا ہے کہ یہ کتاب بہت ہی عالمانہ اور مخلصانہ ہے اور اس کے لکھنے والے پر طرفداری کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ لہذا مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں اس کتاب کے چند مضامین بھی قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے نقل کر دوں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

"جب جاپانیوں نے ترقی کرنا چاہا تو انہوں نے یورپ اور امریکہ سے وُہ باتیں لیں جو ان کے اقتصادی، مالی، سیاسی، تہذیبی، فوجی وغیرہ شعبوں کیلئے لازم تھیں۔ اصلاح کرنے والوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ وُہ کچھ اصلاح کرتے، کچھ اقتباس کرتے اور کچھ ترک کر دیتے۔ ان کی یہ اصلاح تمام شعبوں میں ظاہر ہو گئی"۔

مصنف مذکور جاپانیوں اور چینیوں کی لڑائی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"جاپانیوں کے چین پر غالب آجانے سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ جاپانیوں

کمانے میں مصروف دیکھتے ہیں تو وہ اس دولت کو محض اپنی ان خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کماتے ہیں جن کا تعلق حسن وجمال کی قدردانی کا راستہ ہے۔ فنون جمیلہ کی محبت کے علاوہ اہل جاپان کے دل میں قومی محبت کا نہایت ہی گہرا نقش موجود ہے۔ انہیں ناز ہے کہ انہوں نے صرف سات ہی سال کے اندر اندر کئی پراگندہ حکومتوں کی بجائے ایک نہایت ہی منظم حکومت قائم کردی ہے۔ جاپان کے اس سیاسی انقلاب میں ان کے مذہب کا برابر اثر موجود ہے"

قارئین کرام آخری الفاظ پر غور فرمائیں کہ جاپان کے سیاسی انقلاب میں مذہب کا اثر موجود ہے، درانحالیکہ اہل جاپان کا مذہب حقیقت میں کچھ بھی نہیں، بجز اس کے کہ باپ دادوں کے چھوڑے ہوئے رسوم اور عادات کی پیروی کی جائے۔ اس کے باوجود آج کل کے جاپانی جدید تہذیب کے تمام ساز وسامان سے آراستہ ہیں، نہ تو اپنے ماضی کو بھولتے ہیں اور نہ اپنی قومیت کو ترک کرکے اہل مغرب کی آواز کو سنتے ہیں۔ مغربیوں سے صرف وہی چیز لیتے ہیں جس کے ساتھ وہ اہل مغرب سے جنگ کرنے میں پوری طرح کامیاب ہوسکیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مشرق کی تاریخ میں یہ واحد مثال ہے۔

اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے:-

"پرانے زمانے میں جاپانیوں کو دور دراز ملکوں میں سیر وسیاحت کرنے سے سخت نفرت تھی اور اپنے ملک میں اجنبیوں کو داخل نہیں ہونے دیتے تھے، لیکن اس نئی ترقی کے بعد یہ سب باتیں زائل ہوگئی ہیں۔ انہوں نے حیرت انگیز طریقہ سے گذشتہ زمانہ کی کوتاہی کی تلافی کی ہے اور ان کی اس جدوجہد کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے باوجود جاپانی لوگ گذشتہ زمانہ کو اب تک عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس پر ناز کرتے ہیں اور وہ مغربی تہذیب کی محض انہی باتوں کو لیتے ہیں، جن کے بغیر گذارہ نہ ہوسکے، لیکن جن چیزوں کے بغیر گذر ہوسکے، وہ کبھی ان کا خیال تک بھی نہیں کرتے۔ ہر جاپانی اس خیال میں ہمیشہ

پھر یہ بھی دیکھئے کہ شاہِ انگلینڈ اور شاہنشاہِ ہندوستان جو چالیس کروڑ سفید، گندمی، زرد، سُرخ اور سیاہ رنگ کے انسانوں پر حکومت کرتے ہیں اور گرجا کے امام اکبر سمجھے جاتے ہیں، انہیں متعصب کیوں نہیں کہا جاتا؟ پھر ان کی قوم کو کیوں غیر مہذب نہیں کہا جاتا، جبکہ پارلیمنٹ . . کئی دفعہ بحث کرنے کے باوجود اب تک یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکی کہ روٹی اور شراب پر پادری کے دُعائیں پڑھ دینے سے وہ سچ مچ مسیحؑ کا گوشت اور خون بن جاتے ہیں یا نہیں؟

ہم یورپین اقوام کو جنہیں اپنی عیسائیت پر ناز ہے اور جو آپس میں سخت دشمنی کے باوجود عیسائیت کی خدمت اور اشاعت میں ہر وقت متحد رہتی ہیں، متعصب نہیں کہتے۔ حالانکہ یہ لوگ جس مذہب کے قائل ہیں، وہ ۱۹ سو سال پہلے کا ہے اور اصلاح پسندوں کے نزدیک یہ زمانہ بہت کافی پُرانا ہے۔

اور اگر ہم یہودیوں کی تمام خوبیوں سے انکار بھی کر دیں تو ان کی عقلمندی اور جدوجہد سے انکار نہیں کر سکتے، تاہم یہ لوگ بھی آج تک کئی ہزار سال پہلے کی توریت پر فخر کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ آج کل تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہودی نوجوان اپنی عبرانی زبان کی جس کی کوئی تاریخ ہی موجود نہیں ہے، رات دن زندہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ پھر انہیں کیوں متعصب نہیں کہا جاتا؟

چنانچہ مشہور یہودی لیڈر وایزمن نے فرانسیسی روزنامہ (ماتن) سے انٹرویو کرتے ہوئے بڑے فخر اور ناز سے یہ بیان دیا ہے کہ "آج کل کا فلسطین سب کے سب نبیوں کی زبانوں میں باتیں کر رہا ہے"۔ "آج کل کے فلسطین" سے ان کا مطلب یہودیوں کا فلسطین ہے جس میں یہودیوں نے اپنی پُرانی عبرانی زبان کو عام کر کے اپنے بچوں کے لئے تعلیمی زبان بنا دیا ہے۔ کیا مسلمان سُن رہے ہیں کہ دُنیا میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ مہذب دنیا کا کیا حال ہے؟ ہاں! یہ انہی لوگوں کا حال

نے جو کچھ مغربی علوم و فنون سے لیا، وُہ بہت اعلیٰ تھا بلکہ اس کے ساتھ یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ ایک مشرقی قوم نے اپنے عزم و ہمت کے ساتھ جو باتیں تہذیب مغرب سے اخذ کیں، اگرچہ وُہ ان کی ترقی کے لئے تریاق کا حکم رکھتی تھیں تاہم ان باتوں کی وجہ سے اُس نے اپنی آزادی، قومیت، رسم و رواج اور تہذیب وغیرہ کو کچھ بھی ضائع نہیں کیا۔"

مَیں نے شاہِ جاپان کی تاجپوشی پر ایک مضمون لکھا تھا اور اس میں مختصراً بتایا تھا کہ اہلِ جاپان کیونکر ایک مہینے تک خوشیاں مناتے رہے، اور یہ کہ ان کے جلوس سب کے سب مذہبی تھے اور یہ کہ وُہ میکادو صاحب کو سب سے بڑا مذہبی پیشوا سمجھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وُہ دیوتاؤں کا بیٹا ہے۔ وُہ دو ہزار سال کے مقدس غسل خانہ میں نہاتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے کیونکر دیوتاؤں کے ساتھ چاول کھائے، جنہیں گورنمنٹ نے پنڈتوں کے زیرِ نگرانی بویا ہے اور یہ کہ ان جلوسوں میں چھ لاکھ جاپانی شامل تھے اور وُہ سب کے سب میکادو صاحب کے دس ہزار سال تک زندہ رہنے کا نعرہ لگاتے تھے۔

اگر قدیم تہذیب اور مذہبی عقائد پر قائم رہنا کسی قوم کو ترقی سے روکتا ہے تو سوال پیدا ہوگا کہ جاپان ان دونوں چیزوں کے باوجود کیونکر منزلِ ترقی پر پہنچ گیا۔

کیوں ہم جاپانیوں کو اور فرنگیوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی وجہ سے متعصب نہیں کہتے؟

اب مَیں ایک اور بھی سوال اٹھانا چاہتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ اگر پابندیٔ مذہب کے باعث مسلمانوں کو متعصب اور تنگ خیال کہا جاتا ہے تو جاپانیوں کو کیوں متعصب نہیں کہا جاتا حالانکہ وُہ حیرت انگیز ترقی کرنے کے بعد بھی ایسے رسوم اور عقائد کی پابندی کر رہے ہیں جو دو ہزار سال پہلے سے تعلق رکھتے ہیں اور نیز اپنے تمام بادشاہوں کو دیوتا اور معبود خیال کرتے ہیں؟ پس مَیں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جاپانی لوگوں کو بھی متعصب کہہ دے تو ایسا تعصب مبارک ہے۔

"تنگ خیال قدامت پسندوں نے اسلام کو کیا نقصان پہنچایا؟"

ہمارے نزدیک تنگ خیال لوگوں نے جو کچھ اسلام کو نقصانات پہنچائے ہیں، وہ ملحدوں کے نقصانات سے کسی طرح کم نہیں ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں، بدنیتی سے نہیں بلکہ جہالت سے کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تنگ خیال قدامت پسندوں نے اسلام پر حملہ کرنے کے لئے اسلام کے دشمنوں کا راستہ صاف کر دیا ہے اور انہیں یہ موقع دیا ہے کہ وہ اسلام پر یہ الزام لگاویں کہ اسلامی تعلیم ترقی کے منافی ہے۔

نیز یہ جماعت مسلمانوں کے زوال ہی کی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ ان کی غریبی کی بھی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کو دنیا سے الگ کرکے محض آخرت کا دین بنا دیا ہے، حالانکہ دنیا میں اگر کوئی مذہب دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کا مذہب کہلانے کا مستحق ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ اسلام نے نہ ہندوؤں اور جینیوں کی طرح انسان کے تمام اعمال کو آخرت کے لئے بتایا ہے اور نہ عیسائیت اور انجیل کی تعلیم کی طرح انسان کو اس دنیا کے مال و دولت سے اور اس کی زندگی سے نفرت کرنے کو کہا ہے اور نہ انسانی کوششوں کا منتہا صرف دنیا کو قرار دیا ہے، جیسا کہ اہل یورپ کا قول ہے۔ اس کے علاوہ انہی قدامت پسندوں نے سائنس، کیمیا اور فلسفہ جدید وغیرہ کے خلاف اس لئے لڑائیاں کی ہیں کہ یہ کافروں کے غلام ہیں اور اپنی اس جہالت کی وجہ سے مسلمانوں کو ان علوم کے فیضان سے محروم کرکے ان کے بازوؤں کو کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ درانحالیکہ یہ بات ظاہر ہے کہ زمین اپنے خزانوں کو انہی کے سپرد کرتی ہے جو سائنس کی امداد سے ان کی تلاش کریں اور اگر ہم ہر وقت صرف آخرت ہی کی باتیں کرتے رہتے ہیں تو زمین ہمیں یہ ضرور کہے گی کہ جب تم آخرت ہی کو تلاش کرتے رہتے ہو تو آخرت کو جاؤ، میرے پاس تمہارے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ ہم نے ایسی لایعنی اور جاہلانہ باتوں میں زندگی بسر کرنے کے باعث، اپنے آپ کو دیگر اقوام کا شکار بنا دیا ہے، ہم گر رہے ہیں اور وہ ترقی کر رہے

ہے جو دنیا میں علوم جدیدہ اور نئی تہذیب کے قبول کرلینے میں سب سے آگے ہیں ۔
وما یذکر الا اولوا الالباب ۔

ایسی مثالیں بہت ہیں اور ان کا اس چھوٹی سی کتاب میں جمع کرنا ناممکن ہے ۔ تاہم مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے سوا دنیا کی تمام قومیں اپنی قومیت، دین، رسم و رواج، عادات و اخلاق اور رسوم قدیم موروثہ باتوں کی حفاظت کے درپے ہیں ۔

لیکن مسلمانوں کا حال دیکھ کر سخت تعجب ہوتا ہے ۔ انہیں جب کبھی کوئی مخلص مسلمان قرآن کریم کی طرف بلاتا ہے یا اسلامی عقائد، رسم و رواج، عربی زبان اور مشرقی زندگی پر قائم رہنے کے لئے کہتا ہے تو نئی روشنی کے مسلمان ان کے خلاف آوازیں اٹھاتے ہیں اور انہیں متعصب قرار دیکر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "تم کس طرح ترقی کر سکتے ہو، جب کہ اس نئے زمانہ میں پرانے زمانہ کی باتوں پر عمل کرنے کے درپے ہو؟

ہمیں ایسے لوگوں کی عقل پر رونا آتا ہے جب کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی تمام قوموں نے ترقی کی ہے، وہ آگے بڑھ گئی ہیں، وہ آسمان میں اڑی جا رہی ہیں اور انہی ترقی یافتہ قوموں میں سے عیسائی آج تک انجیل اور گرجا پر، یہودی اپنی توریت اور تلمود پر اور جاپانی اپنے بت اور مندر اور شوالوں پر قائم ہیں، لیکن مغرب زدہ مسلمان جو غلام اور پس ماندہ ہیں یہی کہے جا رہے ہیں کہ ہم کبھی ترقی نہیں کر سکتے، جب تک ہم اپنے قرآن، اپنے عقیدہ، قومی رسم و رواج، کھانے پینے، کپڑے، فرش وغیرہ کو نہ چھوڑ دیں اور اپنی قومی تاریخ سے علیحدہ نہ ہو جائیں ۔

کیا یہ کوئی عقلمندی ہے؟ اگر یہ بالکل ہی غلامی نہیں تو اور کیا ہے؟ بہرحال یہ ہے نئی روشنی والے ملحدوں کی دعوت، یہ مشرق اور اسلام کو جو کچھ نقصان پہنچاتے ہیں وہ واضح ہو چکا اب ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ متعصب اور تنگ خیال لوگ اسلام کو کس طرح نقصان پہنچاتے ہیں ۔

عمل و محنت کے متعلق قرآن حکیم کی تعلیم

اس قدامت پسندی کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو علوم جدیدہ سے دُور رکھنے کی اس کوشش نے انہیں غربت اور افلاس کی مصیبت میں مبتلا کر دیا، جیسا کہ آج کل وہ ہیں۔ اسی کے ساتھ اس نوع کے وظائف کا محتاج بھی کر دیا ہے جو نہ دوستی کو سمجھتے ہیں اور نہ سچائی سے آشنا ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جب یہ قدامت پسند لوگ مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کو دیکھتے ہیں تو انہیں یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ خدا کی یہی مرضی تھی اور تمہاری تقدیر میں روز ازل سے ہی یہ تنگدستی اور تکلیف لکھی جا چکی ہے۔ اس قسم کے خیالات کو ہوا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہر جگہ درویشوں اور گداگروں کا مخصوص فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اسلام کے جسم میں ایک عضو معطل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے انہی بیکار اور نکمے لوگوں کو دیکھ کر فرنگیوں کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ "اسلام مسلمانوں کو کام کرنے کا حکم نہیں دیتا اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کام کرے یا نہ کرے، ہونے والی بات ہو کر ہی رہتی ہے۔" درانحالیکہ قرآن مجید کے اوراق عمل و سعی اور جہاد و محنت کے احکام سے لبریز ہیں اور ایسی بے شمار آیتیں موجود ہیں جو فرنگیوں کے اس خیال کی پُر زور تردید کرتی ہیں اور جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ ثواب و عذاب اور کامیابی اور ناکامی خود انسان کے عمل و کوشش پر منحصر ہے۔ آیات ذیل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ۔ اے رسول کہہ دو، تم لوگ عمل کرتے جاؤ اور اللہ اور اس کا رسول تمہارے کاموں کو دیکھیگے۔

۲۔ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ یعنی اگر کافر لوگ تم سے جھگڑیں تو ان سے کہہ دو کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے۔

۳۔ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ یعنی ہمارے کام ہمارے لئے ہیں اور تمہارے کام تمہارے لئے۔

ہیں۔ یہاں تک کہ نہ صرف انہوں نے ہماری دنیا پر قبضہ کر لیا ہے بلکہ وہ اپنے علوم کے ذریعہ سے ہم کو ہمارے دین سے بھی متنفر کرنے کی طاقت کے مالک ہو گئے ہیں۔ درانحالیکہ خدا کی تعریف نہیں چاہتی کہ ایسا ہوتا، چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ ۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے اُن مومنوں سے جنہوں نے اچھے کام کئے، زمین کا بادشاہ بنانے کا وعدہ کیا ہے۔

دوسری جگہ ہے:۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔

یعنی خدا تعالےٰ نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

دوسری جگہ حکم ہے:۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (۸ ـ ۱۱)

اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنائی ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے؟ کہہ دیجئے کہ یہ چیزیں اس طور پر قیامت کے روز بھی خالص رہینگی۔ دنیوی زندگی میں بھی خالص اہل ایمان ہی کیلئے ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی حکم ہے، وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا یعنی تم دنیا سے اپنا حصہ فراموش مت کرو۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو جو دعا سکھائی، وہ یہ ہے، رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً یعنی اے خدا، ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرما، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے قدامت پسند مسلمان بھائی اس امر سے بالکل بیخبر ہیں کہ ان کا صرف آخرت طلبی کا رویہ اسلام کو گرانے اور مسلمانوں کو دیگر اقوام میں ذلیل و خوار کرانے کا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔

اس کے کاموں کا پورا بدلہ دیگا، اور کسی پر ظلم نہ کیا جائیگا۔

۱۵۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی جو اچھا کام کریگا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ مومن ہو تو ہم اُسے اچھی زندگی دینگے اور ان کے نیک کاموں کے عوض میں ان کا اجر دینگے۔ اور فرمایا ہے:-

۱۶۔ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا یعنی جس روز کہ ہر شخص اپنے نیک اعمال کا نتیجہ دیکھیگا اور بُرے کاموں کا بھی۔ اس بات کی بھی تمنا کریگا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس شخص کے اور اس روز کے درمیان دور دراز کی مسافت ہوتی۔

۱۷۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ یعنی ہر ایک انسان کو اس کے افعال کا پورا بدلہ دیا گیا ہے اور خدا لوگوں کے افعال کو خوب جانتا ہے

اور فرمایا ہے۔

۱۸۔ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا یعنی آخر انہیں ان کے بُرے کاموں کی سزائیں ملیں۔

۱۹۔ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا یعنی انہوں نے اپنے کئے ہُوئے کاموں کو حاضر پایا اور فرمایا ہے۔

۲۰۔ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا یعنی تاکہ انکو اُنکے کئے ہُوئے کاموں کا نتیجہ دکھائے گا۔

۲۱۔ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا یعنی مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اُنہیں اپنے اعمال کے نتیجہ میں دوگنا نیک بدلہ ملے گا۔

۴۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ
یعنی اے مومنو! تم خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

۵۔ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ وَلَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ یعنی خدا تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کریگا۔

۶۔ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا۔ یعنی اگر تم خدا اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کروگے تو خدا تمہارے اعمال میں سے ذرّہ بھی کم نہ کریگا۔

۷۔ نُوَفِّ اِلَیْھِمْ اَعْمَالَھُمْ فِیْھَا وَھُمْ فِیْھَا لَا یُبْخَسُوْنَ یعنی ہم ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیتے ہیں اور انہیں دنیا میں کوئی کمی نہ ہوتی۔

۸۔ وَاِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ رَبُّکَ اَعْمَالَھُمْ یعنی یقیناً تمہارا ربّ ان سب کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دیگا۔

۹۔ وَلِیُوَفِّیَھُمْ اَعْمَالَھُمْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ یعنی خدا ان کے کاموں کا پورا پورا اجر دیگا اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائیگا۔

۱۰۔ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ۔ یعنی میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع نہ کرتا۔

۱۱۔ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ یعنی کام کرنے والوں کے لئے اچھا بدلہ ہے۔

۱۲۔ لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ یعنی ایسی کامیابی کے لئے کام کرنے والوں کو کام کرنا چاہئے

۱۳۔ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ یعنی اچھی بات خدا تک پہنچتی ہے اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے۔

۱۴۔ وَتُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ یعنی ہر ایک انسان کو

رہیں اور مجاہدین کی حفاظت کریں۔ رسول اللہ صلعم نے انہیں پوری تاکید کی کہ وہ شکست یا فتح، کسی بھی حالت میں اپنی جگہوں کو نہ چھوڑیں، لیکن جب مشرکوں کو شکست ہوتی نظر آئی تو انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ گئے اس پر مشرکین نے از سر نو حملہ کیا اور مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا اور رسولِ کریمؐ کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔

قرآن پاک کی ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ دینِ اسلام صرف عمل و محنت کا دین ہے، نہ کہ قضاء و تقدیر اور کاہلی کا حقیقت یہ ہے کہ نہ تو درویش اور بیکار لوگوں کا یہ دعوےٰ صحیح ہے کہ خواہ ہم کام کریں یا نہ کریں، خدا انہیں رزق ضرور دیگا اور نہ دشمنانِ اسلام کا یہ الزام درست ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کو بے جا توکل اور تنگ خیالی کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ مصیبتوں کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ احکامِ اسلام سے غافل اور صحیح اسلامی رُوح سے ناآشنا ہیں۔ ورنہ اگر یہ باتیں جو اسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ صحیح ہوتیں تو دینِ اسلام کے سب سے زیادہ سمجھنے اور عمل کرنے والے مسلمان، یعنی صحابہ کرامؓ کیونکر پچاس سال کے اندر اندر نصف دُنیا کو فتح کر لیتے۔

قرآنی توکل کا مفہوم

توکل اور اس کے مفہوم و معانی کے متعلق عام غلط فہمی پائی جاتی ہے اور اسے بیکاری اور کاسۂ گدائی کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے اسے عمل، سعی اور جدوجہد کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اس کے خلاف جو کچھ بھی ہے وہ قرآن کریم کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہے۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کام اور جدوجہد کے ساتھ ساتھ خدا پر بھی بھروسہ ہو تو دنیا اور آخرت میں اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے لیکن اگر انسان محض اپنے نفس پر بھروسہ رکھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کامرانی میں مغرور اور ناکامی میں بزدل ہو جاتا ہے۔ پس اسلام میں جس توکل کا ذکر

۲۲۔ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ
یعنی ہر ایک کو اپنے کام کے لحاظ سے درجہ ملیگا اور ان کے اعمال کا بدلہ پورا ہوگا اور انہیں کمی نہ ہوگی۔

۲۳۔ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۔یعنی جو ایک ذرّہ کے برابر نیک کام کریگا اُسے نیک بدلہ ملیگا اور جو ایک ذرّہ کے تول کے برابر بُرا کام کریگا' اُسے اس کا بُرا بدلہ ملیگا۔

۲۴۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنی عنقریب اُن کاموں کے لحاظ سے انہیں بدلہ دیا جائیگا۔

۲۵۔ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔یہ اُن کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ہے۔

۲۶۔ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۔خدا کہیگا تم اپنے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ چکھو۔

ان آیتوں کے علاوہ اس قدر آئتیں موجود ہیں جن کا ذکر کرنا ناممکن ہے' اس کے علاوہ بعض آئتیں ایسی موجود بھی ہیں جو ہماری موجودہ حالت کا پورا نقشہ کھینچتی ہیں مثلاً وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ یعنی تم پر جو مصیبتیں بھی نازل ہوتی ہیں وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں اور فرماتا ہے أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۔ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ یعنی جب تم پر ایک مصیبت آتی ہے اور تم نے دشمنوں کو پہنچائی ہے تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی ہے؟ اے رسول! انہیں کہو کہ یہ تم سے ہی ہے۔

قرآنِ پاک کی یہ آیت صحابہ کرامؓ کے حق میں نازل ہوئی تھی ۔جو ایمان اخلاص اور تقوٰے میں تمام مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر تھے ۔آئت کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں تیر اندازوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک گھاٹی پر کھڑے

وِلّٰهِم الَّتِیْ کَانُوْا عَلَیْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔	قبلہ سے جس پر وہ تھے کس نے پھرایا ہے تم کہو کہ مشرق اور مغرب اللہ کے لئے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے۔ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے ۔

ان آئیتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی آئیتیں موجود ہیں جو یہ تعلیم دیتی ہیں کہ کسی چیز پر عمل کرنے کے لئے صرف اس کا قدیم ہونا کوئی سند نہیں۔ انسان کو فوائد اور مقصد پر نظر رکھنی چاہئے نہ کہ قدامت اور تقلید پر۔

وہ لوگ اسلام کی تعلیم کو اچھی طرح سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ہر قسم کی مفید باتوں کو جو شریعت کے احکام کے خلاف نہ ہوں، بہت خوشی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور جہاں تک میں دیکھتا ہوں، مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو مفید بھی ہو اور اسلام کے خلاف بھی ہو۔ اسلام کا اصل منتا دنیا کی بہبودی اور لوگوں کی خیر و فلاح ہے۔ کیا آپ اس بات پر غور نہیں کریں گے کہ علماء نجد جو تمام مسلمانوں کی نسبت فرنگیوں کے عقائد سے بہت دور ہیں اور اختراعات جدیدہ کے مرکز سے بہت فاصلہ پر رہتے ہیں، ان سے جب شاہ ابن السعود نے وائرلیس، ٹیلیفون اور موٹر کے استعمال کے متعلق فتوے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کتاب وسنت میں کہیں ان کے استعمال کی ممانعت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ یہ چیزیں مفید بھی ہیں اس لئے انہیں استعمال کرنا چاہئے۔ اگر گورنمنٹ رعایا کی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس قسم کی مفید چیزوں کو اپنے ملک میں رواج دیدے تو اس کا یہ اقدام ملک کے فلاح و بہبود کے لئے ہر لحاظ سے مفید ہوگا۔

کیا مسلمانوں کے لئے یہ بہتر نہیں کہ وہ حج کرنے کے لئے کئی کئی راتوں اور دنوں کی تکلیفیں برداشت کرنے کی بجائے صرف چند گھنٹوں میں اپنا سفر طے کرلیں؟

ہے، وہ تو عقل اور فکر کے ساتھ کام لینے کے بعد خدا پر بھروسہ کرنا اور اس سے مدد مانگنا ہے تاکہ انسان کو یہ معلوم رہے کہ ہر کام کو سرانجام دینا اس کی طاقت میں نہیں ہے۔ چنانچہ جب بعض صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا ہم توکل نہ کیا کریں؟ تو فرمایا "نہیں، بلکہ تم میں سے جو شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس سے وہی کام لیا جائیگا۔"

تعجب ہے کہ وہ فرنگی لوگ جو ہمیشہ اسلام کی طرف بے جا عقائد منسوب کرتے رہتے ہیں کبھی بھی تکلیف کر کے انجیل کا مطالعہ نہیں کرتے اور توکل کے متعلق اس کے وہ احکام نہیں دیکھتے جو قرآن کریم کے احکام کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ ہیں۔ چنانچہ انجیل میں ہے۔ "تمہارے آسمانی باپ کے حکم کے بغیر تمہارا ایک بال تک نہیں گر سکتا" اسی طرح کی اور بھی بے شمار آیتیں ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ انجیل کے ان احکام کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ کام کرنے کے دلدادہ فرنگی جو قضا و قدر کے قائل بھی نہیں ہیں، بہت ذوق و شوق سے انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں اور وہ اسے ہماری ہی طرح عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کبھی بھی قضا و قدر کی آیتوں پر اعتراض نہیں کرتے اور یہ ہی حضرت مسیح ع کے اقوال کو اس بات پر محمول کرتے ہیں۔

اس بحث سے میرا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کا خواہ قرآن کریم میں ہوں یا انجیل میں مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے، خدا تعالیٰ قبل از وقوع اس کا علم رکھتا ہے۔ ان احکام کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان کام کاج چھوڑ دے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے۔

اصل سوال کی طرف رجوع

ہم پھر تنگ خیال مسلمانوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے

دشمنانِ اسلام کے لئے اسلام پر حملہ کرنے کا راستہ کھول دیا ہے اور انہیں اسلام کے خلاف مسلح کر دیا ہے۔ چنانچہ اسلام کے دشمن ابھی تنگ خیال اور متعصب مسلمانوں کے عقائد کو دیکھ کر یہ کہنے لگے ہیں کہ اسلام نہ موجودہ تمدن کے ساتھ ساتھ چل سکتا ہے۔ اور نہ ترقی کر سکتا ہے، حالانکہ اصل بات صرف یہ ہے کہ صرف تنگ خیال ملاؤں کے عقائد اس نئی تہذیب اور تمدن کے ساتھ مالوف نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود ترقی کے راستہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام ان کی ذہنیت اور جاہلانہ عقائد سے بالاتر ہے اور ہماری ترقی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔

تقلید آباء اور قدامت پسندی کے متعلق قرآنی تعلیم

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام کا اصل منشا یہ تھا کہ تمام برانی اور بے فائدہ باتوں کو منسوخ کر کے مفید احکام کو جاری کئے جائیں حق بات بھی یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں حضرت ابراہیمؑ جیسا اسوۂ حیات موجود ہے، اس کی طرف تعصب اور تنگ خیالی کو منسوب کرنا بعید از انصاف ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس مثال کا ذکر یوں آتا ہے:۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ۔ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۔	یعنی جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ بت کیا ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے اس پر ابراہیمؑ نے کہا، تم اور تمہارے آباؤ اجداد کھلی گمراہی میں تھے۔

دوسری جگہ اس طرح مذکور ہے:۔

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا	انہوں نے کہا ہم بت پرستی کرتے ہیں تو ابراہیمؑ

میں نے ایک مرتبہ علماء نجد کے ایک مشہور عالم جناب شیخ محمد بن علی بن ترکی سے ٹیلیفون اور وائرلیس کے استعمال کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "ان چیزوں کا استعمال شرعاً جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے"۔

اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف متعصب اور تنگ خیال مسلمانوں ہی نے نئی نئی ایجادات کے خلاف آواز نہیں اٹھائی بلکہ مسلمانوں سے بیشتر عیسائی بھی کسی زمانہ میں ہر نئی ایجاد کے خلاف اس شدت سے آواز بلند کرتے تھے کہ اُن کے ذکر سے آج بھی حیرت اور تعجب ہوتا ہے، چنانچہ جب گلیلیو نے زمین کے گول ہونے کا دعویٰ کیا تو تمام عیسائی دُنیا نے اس پر کفر کا فتوےٰ لگا دیا چنانچہ آج بھی ایسے متعصب اور تنگ خیال عیسائیوں کی کمی نہیں جو توریت و انجیل کے سوا تمام باتوں کو کفر سمجھتے ہیں۔ ابھی دو ہی سال کا واقعہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک پروفیسر کو ملازمت سے محض اس لئے علیحدہ کر دیا گیا اور اس پر مقدمہ چلایا گیا کہ وہ ڈارون کے مسئلہ ارتقاء کا قائل تھا لیکن ان سب باتوں کے باوجود علم و تحقیق کا راستہ بند نہ ہُوا۔

ان مثالوں سے واضح ہے کہ مسلمانوں کی طرح عیسائیوں میں بھی ایسے متعصب اور تنگ خیال لوگوں کی کمی نہیں جو اپنے دینی علوم کے سوا باقی تمام باتوں کو کفر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ .. سائنس، ریاضی، فلکیات، طب، کیمسٹری اور جیالوجی وغیرہ علوم جو ایک حد تک بنی نوع انسان کے لئے مفید ثابت ہوئے ہیں، درحقیقت براہِ راست نہ سہی، بالواسطہ طور پر دینی علوم ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب دُنیا میں مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنتیں قائم تھیں اور علم و فضل کے ساتھ ساتھ علمائے اسلام کی جماعتیں بھی موجود تھیں تو ان وقتوں میں الازہر، الاحمدی، الزیتونہ، القرویین، قرطبہ، بغداد اور سمرقند وغیرہ میں علوم شرعیہ کے علاوہ علوم طبعیہ کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا کیونکہ اس زمانے کے علماء علم حدیث کے علاوہ ریاضیات میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

ایک ایسا مسلمہ امر ہے جو کسی ثبوت کا محتاج نہیں۔ چنانچہ ہم اہلِ مغرب کے پاس وہ جرمنی ہوں یا فرانسیسی، انگریز ہوں یا اطالوی، اسلام کی تہذیب و تمدن کے متعلق اس قدر تصانیف دیکھتے ہیں جو حساب و شمار میں نہیں آسکتیں۔ پس اگر سنت اور شریعت کی بنیادوں پر اسلام کی کوئی خاص تہذیب نہ ہوتی تو علمائے یورپ جو ہمیشہ اسلام کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں، تہذیب اسلام کے متعلق بڑی بڑی جلدیں نہ لکھتے، اس کی تاریخ پر بحث نہ کرتے، اس کی تہذیب کا دوسرے مذاہب کی تہذیب کے ساتھ مقابلہ نہ کرتے اور اس کے بعض خاص اصولوں کی طرف توجہ نہ کرتے۔ لیکن موجودہ حالت یہ ہے کہ اسلامی تہذیب کے متعلق خود یورپ کے اہلِ قلم نے اس قدر لٹریچر شائع کیا ہے کہ اُس پر کسی مزید اضافے کا خیال تک نہیں ہوسکتا۔

اسلامی تہذیب کا جلوہ

اگر ہم چند قدم پیچھے ہٹ کر دیکھیں تو ہمیں وہ حیرت انگیز منظر دکھائی دیگا، جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ چنانچہ منصور رشید اور مامون کے زمانہ میں بغداد کی آبادی ۲۵ لاکھ تھی اور یہ شہر تہذیب و تمدن، دولت مندی اور خوشحالی کے لحاظ سے اس قدر مشہور تھا کہ اس سے قبل یا بعد کے زمانہ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اسی زمانہ میں بصرہ کی آبادی پانچ لاکھ تھی اور اسی طرح دمشق، قاہرہ، حلب، سمرقند، اصفہان اور بہت سے اسلامی شہر تہذیب و دولت کے مرکز سمجھے جاتے تھے۔ افریقہ کے بڑے بڑے شہروں مثلاً قیروان، فاس، تلمسان اور مراکش کی مثالیں آج کل کے یورپ میں بھی نہیں مل سکتیں۔ پھر شہر قرطبہ کا تصور کیجئے، جسے "یورپ کی دلہن" کہنا کہا ہوگا۔ پندرہ لاکھ کی آبادی تھی۔ یہاں کی جامع مسجد کی وسعت کا اندازہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کے اندرونی حصہ میں پچاس ہزار اور صحن میں تیس ہزار لوگ آسانی سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جامع مسجد کے علاوہ باقی مسجدوں کی تعداد

عَاكِفِينَ۔ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ۔ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ۔ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔

نے جواب دیا کہ جب تم ان سے دعا مانگتے ہو تو وہ تمہاری دعا کو سنتے ہیں؟ یا تمہیں نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے کہا، نہیں، بلکہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ خدا تعالےٰ کے سوا جن بتوں کی تم اور تمہارے باپ دادے عبادت کرتے ہیں، وہ میرے دشمن ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:-

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ۔ قُلْ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ۔

ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی عقیدہ پر پایا ہے، اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس نے کہا کیا تم اسی طرح رہو گے، باوجودیکہ میں تمہیں تمہارے باپ دادوں سے کوئی بہتر عقیدہ بتا دوں۔

ایک اور آیت بھی ملاحظہ فرمائیں:-

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ۔

اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے دین کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں، نہیں بلکہ ہم اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ خواہ ان کے باپ دادوں کو نہ عقل ہو اور نہ ہدایت۔

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مَا وَلَّاهُمْ عَن

بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ ان کو اس

آئندہ یوم النبیؐ اور مسلمان

مرکزی سیرت کمیٹی، اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ سیرتِ نبویؐ کا ایک ایسا مرکز ہے جس کی کوششوں سے تمام کائنات کے مسلمان اور غیر مسلم فیض حاصل کر رہے ہیں۔ کوشش کیجئے کہ یہ چشمۂ فیض مضبوط ہو اور ہمیشہ جاری رہے۔

مسلمانوں میں مفید اور نیک تحریکات کا اجراء قریب قریب ناممکن ہو چکا ہے۔ آپ مسلمانوں کی گذشتہ ۲۰ سالہ کوششوں پر نظر دوڑائیے اور دیکھئے کہ آپ کے سامنے کس قدر بڑی بڑی تحریکات پیدا ہو چکی ہیں مگر آج ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ تحریکِ سیرت گذشتہ ۸ سال کی مسلسل اور پے درپے کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ہر با احساس اور فرض شناس مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس مبارک درخت کی آبیاری میں حصہ لے۔ کسی درخت کی زندگی جڑ کی مضبوطی پر منحصر ہے۔ تحریکِ سیرت بھی ایک درخت ہے مرکزی سیرت کمیٹی پٹی اس درخت کی جڑ ہے۔ آپ کمیٹی کے نظام کو مضبوط کیجئے۔ پھر تحریکِ سیرت اور اس کا فیضان بدستور زندہ اور قائم رہینگے۔ ۱۲ ربیع الاوّل جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش ہے، اس سال ۳ جون کو آئیگا۔ پورے ایک سال کے بعد یہ ایک دن ایسا آرہا ہے جس میں آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارک کی اشاعت بھی کر سکتے ہیں اور مرکزی سیرت کمیٹی پٹی کی خدمت بھی انجام دے سکتے ہیں، جس کی صورت یہ ہے کہ آپ مرکزی سیرت کمیٹی پٹی سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں اردو، ہندی، انگریزی، فارسی، پشتو وغیرہ رسالوں میں سیرتِ نبویؐ کی کتابیں منگوائیں اور انہیں اپنے شہر کے تمام تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں میں مفت تقسیم فرمائیں۔ اس سے ذکرِ رسولؐ کی بھی اشاعت ہوگی اور مرکزی سیرت کمیٹی پٹی کو بھی مدد ملیگی۔ نرخ سیرت کی ۵۰ روپیہ فی ہزار، ۶ روپیہ فی سینکڑہ اور ایک روپیہ کی ۱۶ کتب، محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

قاضی عبد المجید قرشی سکرٹری سیرت کمیٹی پٹی، ضلع لاہور

سات سو تھی۔

جب میں زہراء کے محل کو دیکھنے گیا تو میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی گویا میں نے محل نہیں دیکھا، بلکہ ایک مکمل شہر دیکھا۔ اس کی لمبائی نو سو میٹر اور چوڑائی آٹھ سو میٹر تھی۔ اہل ہسپانیہ اس محل کو شہر زہراء کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی سلسلے کے کھنڈرات کی کھدائی کرانے والے انجینیروں نے مجھ سے کہا کہ وہ امید کرتے ہیں کہ تمام کھدائی پچاس سال کے اندر ختم ہوگی

اگر ہم ان سب شہروں کو چھوڑ کر محض غرناطہ ہی کو لیں جو یورپ میں مسلمانوں کی سب سے چھوٹی سلطنت کا دارالخلافہ تھا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ پندرھویں صدی عیسوی تک تمام یورپ میں اتنا عظیم الشان اور بارونق شہر کوئی نہ تھا۔ جس زمانہ میں ہسپانیوں نے اس شہر کو فتح کیا تھا اس کی آبادی پچاس ہزار تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام یورپ میں ایک بھی ایسا شہر نہ ملتا تھا جو غرناطہ کی نصف آبادی ہی کے برابر ہو۔ پھر الحمراء کے عظیم الشان محل کی طرف توجہ کیجئے اس کی تعریف میں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ تمام روئے زمین پر اس کی کوئی مثال نظر نہیں آسکتی۔

ہم نے مسلمانوں کی تہذیب اور مدنیت کا ایک مختصر سا خاکہ کھینچنے کی کوشش کی ہے اور اگر ہم تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کریں تو کئی ضخیم جلدیں بھی کافی نہ ہونگی۔ خود انگریز اہل قلم اس کے متعلق بے شمار تاریخیں لکھ چکے ہیں۔ البتہ یہ امر باعث فخر ہے کہ اسلام کے کسی سخت سے سخت دشمن اور متعصب مورخ نے بھی اسلام کی بے مثال تہذیب سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کی۔

اسلامی تہذیب کے احسانات

ہاں وہ اتنا ضرور کہتے آئے ہیں کہ اسلام نے کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی بلکہ

یونان اور رومانیہ کے زوال کی تاریخ

کیا مذہب باعث زوال ہے؟

عیسائیت کے قبل یونانیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم نہیں تو کم از کم ترقی یافتہ قوموں میں سے ضرور تھے۔ ان میں سے بعض ایسے افراد پیدا ہوئے جو فلسفہ کے بانی اور علوم و فنون کے سرپرست تھے۔ ان میں سے بعض ہستیاں آج بھی آسمانِ علم و فلسفہ پر ستاروں کے مانند چمک رہی ہیں۔ یونانیوں کی تہذیب اور ترقی محض علوم و فنون میں محصور نہیں بلکہ ان میں ہر قسم کی مایہ ناز ہستیاں موجود تھیں۔ چنانچہ اسکندر المکدونی ان عظیم و جلیل فاتحوں میں سے تھا جن کی مثالیں تاریخ عالم میں بہت کم نظر آتی ہیں۔ اس نے ملکوں کو فوجی طریق پر مسخر ہی نہیں کیا، بلکہ جہاں جہاں وہ جاتا تھا، اپنے ساتھ علوم و فنون کو بھی لے جاتا تھا، جس سے مغلوب قومیں سرسبز و شاداب ہو جاتی تھیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ اسکندریہ میں بطالسہ کی وہ سلطنت جو اپنے فلسفہ اور علوم میں شہرہ آفاق تھی، سکندر ہی کی فتح کا نتیجہ تھی۔ الغرض یونانیوں کی تہذیب اور ترقی کوئی معمولی تہذیب نہ تھی لیکن جب عیسائیت کا دور دورہ ہوا اور اہلِ یونان کچھ عرصہ کے بعد اس مذہب کو قبول کر کے عیسائی بن گئے، تو وہ آہستہ آہستہ گرنے لگے اور اپنی خوبیوں کو ضائع کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آخر کار اپنی آزادی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور سلطنتِ عثمانیہ میں تبدیل ہو کر ایک صوبہ کے برابر ہو گئے۔ آج اگرچہ کئی صدیوں کے بعد وہ خود مختار ہو گئے ہیں، لیکن ان کی موجودہ سلطنت، پرانی سلطنت کے مقابلہ میں ایک ذرہ بھر وقعت نہیں رکھتی۔

اب آپ غور کریں کہ کیا اس جگہ ہم یونانیوں کے تنزل کو عیسائیت پر محمول کریں؟ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کے مذہب کو ان کے قومی تنزل کا موجب قرار

اسلامی تہذیب اور اس کا زوال

بعض لوگوں کا دعوےٰ ہے کہ اسلام نے اپنی کوئی خاص مدنیت اور تہذیب قائم نہیں کی۔ ایسے مدعیوں کی دو قسمیں ہیں، ایک اسلام کے دشمن اور دوسرے اسلام کے ملحد ظاہر ہے کہ پہلی قسم کے لوگوں کی کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو اہل فرنگ کے سانچے میں ڈھالا جائے۔ دوسری قسم کے لوگوں کا مدعا یہ ہے کہ اسلام میں الحاد کا بیج بویا جائے۔ اگرچہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ مذہب کا تہذیب پر بڑا اثر ہوتا ہے، تاہم یہ اصول قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ کسی مذہب کی سچائی کو قبول کرنے کے لئے اس کی تہذیب کو معیار مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں پر مذہب کا اثر بتدریج کم ہوتا جاتا ہے جس سے ان کے اخلاق اور تہذیب میں کمی واقع ہوتی ہے اور ساری کی ساری قوم بگڑ جاتی ہے لیکن کسی قوم کے تنزل و انحطاط کا ذمہ وار مذہب نہیں ہوتا بلکہ اس کی اصل وجہ اخلاقِ عالیہ کا فقدان ہے۔ بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خارجی اثرات کی وجہ سے مذہبی تہذیب کی بنیادیں کمزور ہو جاتی ہیں، جس سے لازمی طور پر قوموں کی بربادی کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں بھی مذہب کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ انہی حالات میں مسلمانوں کی بربادی اور تنزل کا ذمہ وار ان کا مذہب نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ اس کا سبب مذہب سے ناواقفیت اور احکام مذہب سے بے پروائی اور لاپروائی ہے۔ چنانچہ اس کا ناقابلِ تردید ثبوت یہ ہے کہ جب تک مسلمان اللہ کے احکام پر عمل کرتے رہے وہ عزت، طاقت اور دولت کے مالک رہے مگر جونہی انہوں نے احکامِ شریعت سے غفلت کی، وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

ہمارا یہ مطلب نہیں کہ اسلام کی کوئی خاص تہذیب تھی بلکہ اسلام کی خاص ہدایت

پرانی تہذیب کو از سرِ نو زندہ کر دیا ہے اور مشرق کو مغرب سے ملا دیا ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے صرف پُرانے علوم کا ترجمہ ہی نہیں کیا، بلکہ وُہ خود بہت سے علوم کے موجد ہیں اور بہت سی نئی چیزوں کی دریافت کا سہرا بھی انہیں کے سر ہے۔

پھر یہ بھی تو ہے کہ دُنیا میں کوئی ایسی تہذیب نہیں جو دوسری تہذیبوں کا خلاصہ نہ ہو اور جس کو درجۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کئی قوموں کی کوشش اور جد و جہد شامل نہ ہو اور اس کی ترقی کے لئے مختلف دماغوں کی عقلوں نے کام نہ کیا ہو۔

کیا اسلام کے حاسد یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام کے ظہور کے وقت مشرقی تہذیب گُم ہو چکی تھی اور اسلام نے اُسے نہ صرف از سرِ نو زندہ کیا بلکہ اُسے موتیوں کی طرح سیپیوں سے نکالا، اُسے صاف کیا، اُس پر اسلام کی مُہر ثبت کی اور اُسے قرآن شریف کے آداب سے مزیّن کر کے مشرق اور مغرب میں پھیلایا۔ چنانچہ یہی وُہ باتیں ہیں جن کا بعض مخلص علمائے فرنگ کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اسلام کی تہذیب اور مدنیت کسی دوسری قوم سے مستعار نہیں لی گئی، بلکہ یہ وُہ تہذیب ہے، جو قرآن کریم کے سرچشمہ سے نکلی اور توحید کے عقیدہ سے اس کی ترقی ہوئی۔ باقی رہی وُہ باتیں جو مسلمانوں نے دوسری قوموں سے لیں یا اُن کی تصانیف کا ترجمہ کیا یا بعض جنگی فنون کو حاصل کیا تو اس سے اسلام کی تہذیب پر کوئی حرف نہیں آسکتا کیونکہ یہ ایک طبعی امر ہے کہ دنیا میں انسان ایک دوسرے کی مدد سے اپنی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اگر سچ پوچھو تو علم کی حقیقی قدر و منزلت اسی میں ہے کہ انسان اس حدیث شریف پر عمل کرے، الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدھا فھو احق بھا یعنی حکمت و دانائی کی بات مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے پس جہاں پر اسے مل جائے وُہ اس کا حقدار ہے۔

دیتے ہیں، وہ یہ تسلیم کرنے سے گریز نہیں کر سکتے کہ یونانیوں کے تنزل کا سبب بھی عیسائیت ہی تھا۔

اہلِ یونان کے بعد ہم رومانیوں کو لیتے ہیں۔ کسی زمانے میں وہ ایک عظیم اور منظم سلطنت کے مالک تھے اور دُنیا کی کوئی قوم یا سلطنت ان کے سامنے سر نہیں اُٹھا سکتی تھی، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے شاہِ قسطنطین کے زمانہ میں عیسائیت کو قبول کیا تو وہ بھی آہستہ آہستہ زوال پذیر ہو گئے اور اپنی سلطنت کو شروع میں یورپ سے اور پھر ایشیاء سے ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ پندرہویں صدی تک ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اگرچہ وہ بھی یونانیوں کی طرح از سرِ نو زندہ تو ہو گئے لیکن وہ سلطنت جو ایک مرتبہ ہاتھ سے نکل گئی، پھر کبھی حاصل نہیں ہوئی۔

اب اس جگہ پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اہلِ رومانیہ کو بھی عیسائیت ہی نے گرایا تھا؟ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بہت سے علماء یہی کہتے ہیں کہ رومانیوں کے زوال کی وجہ "عیسائیت" ہے، جیسا کہ وہ مسلمانوں کے زوال کو اسلام پر محمول کرتے ہیں، لیکن میرے نزدیک یہ دونوں باتیں درست نہیں، بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ عیسائیت میں شامل ہونے کے بعد ان لوگوں میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ مثلاً اخلاقِ فاضلہ کا فقدان، کم ہمتی، بد معاشی اور بے حیائی وغیرہ اور ابنِ خلدون کے قول کے مطابق ان کی سلطنت بڈھی ہو گئی تھی، نیز ان اندرونی خرابیوں کے علاوہ بیرونی دشمنوں کے حملوں نے انہیں ہر لحاظ سے کمزور کر دیا تھا۔ ان حالات میں ان کا زوال لازمی امر تھا۔ اگر بالفرض اس زمانے میں عیسائیت دُنیا میں نہ بھی ظاہر ہوتی، تو بھی ان کا تنزل ناگزیر تھا اور ان کا وہی انجام ہوتا جو عیسائیت کے قبول کرنے کے بعد ہوا۔

پس بعض تاریخ نویسوں کا یہ دعوےٰ کہ یونانیوں اور رومانیوں کی عظمت کا ضائع ہونا عیسائیت کی وجہ سے تھا، درست نہیں ہے، بلکہ مذہب کی تبدیلی نے اس سے

ترقی کے میدان میں قدم رکھا۔ لوتھر اور کلفن نے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنیاد رکھی لیکن والٹر اور اس کے ہم خیال ملحد فلاسفروں کی یہ رائے ہے کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اور یہ دونوں مذہب انسان کو ترقی کرنے سے روکتے ہیں چنانچہ جب والٹر کے سامنے لوتھر اور کلفن کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ دونوں حضرت محمدؐ کے مقابلے میں ہیچ . . . . . ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں نے اپنے ایجاد کردہ مذہب سے دُنیا کی جس قدر اصلاح کی ہے، وُہ حضرت محمدؐ کی اصلاح کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ قرونِ وسطیٰ کے فرنگیوں کی جہالت اور اُن کی ہزار سالہ گمراہی کی ذمہ دار عیسائیت نہیں بلکہ اس کے خلاف عیسائیت نے یورپ کے وحشیوں کو کسی حد تک مہذب ہی بنایا تھا۔

دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ ہم جاپانیوں کی مثال سامنے رکھیں کہ اُن میں بُت پرست بھی ہیں اور بودھ بھی، طاوی بھی ہیں اور کنفیوشس کے مُرید بھی۔ وہ ہزار سال . . تک وُہ گمنام رہے اور آخرکار پچاس ساٹھ سال کے اندر ہی اندر انہوں نے اس قدر قابلِ رشک عزت، سلطنت اور ترقی حاصل کی ہے کہ اس سے ہر قوم کیلئے عبرت اور بصیرت کا سامان موجود ہے۔ درانحالیکہ اہلِ جاپان بدستور بُت پرست اور مشرک ہیں۔ اس حقیقت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو بُت پرستی جاپانیوں کی سابقہ جہالت اور گمنامی کا باعث تھی اور نہ ان کی موجودہ ترقی کا باعث ہے اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ جاپانیوں نے رُوسیوں کو شکست بھی دی، حالانکہ ان کی مردم شماری رُوسیوں کے نصف کے برابر ہے اور پھر وُہ بُت پرست بھی پرلے درجے کے ہیں جبکہ رُوس کے بہت سے متعصب عیسائی ہیں۔

اسلام کے کسی بڑے سے بڑے دشمن کو بھی یہ تسلیم کرنے میں تامل نہیں کہ اسلام کو صرف پچاس سال کے اندر اندر دنیا میں وہ روحانی، عقلی اور مادی فتوحات حاصل ہوئیں جو اس سے پیشتر کی اُمتوں کو نصیب نہ تھے، چنانچہ نپولین سینٹ ہیلینا میں ہمیشہ حیرت کے ساتھ یہ کہا کرتا تھا کہ عربوں نے دنیا کو صرف پچاس سال میں فتح کیا ہے۔ پس اگر نپولین جیسی ہستی جس کی نظروں میں کوئی بڑی سے بڑی فتح بھی نہ سماتی تھی، عربوں کی فتوحات کو حیرت کے ساتھ یاد کرے تو سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ عربوں نے دنیا میں کتنا عظیم الشان کام اور کتنی حیرت انگیز تہذیب چھوڑی ہے۔ چنانچہ انہوں نے تقریباً تین چار صدیوں تک دنیا پر اس خوبی وعزت کے ساتھ حکومت کی کہ روئے زمین کی کسی دوسری قوم نے ان کی ہمسری کا دعوے نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ اخلاق کی کمزوری، کم ہمتی، احکام الہٰی سے غفلت اور باہمی رقابت کی وجہ سے وہ دن بدن کمزور اور مغلوب ہونے لگے اور اگر قبطی اور یمانی قبیلے سرداری اور عزت کے لئے آپس میں لڑائی جھگڑائی نہ کرتے تو یقیناً اہل عرب تمام یورپ کو فتح کر لیتے اور اسے بھی افریقہ کے شمالی حصہ کی طرح ایک عربی ملک بنا لیتے۔

پس مسلمانوں پر جس قدر مصیبتیں آئیں وہ اُن کے اپنے اعمال ہی کا نتیجہ تھا۔ وہ احکام شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ کتاب و سنت کی پیروی کرتے رہے، وہ ترقی کرتے رہے اور دنیا کو فتح کرتے رہے، لیکن جب انہوں نے دین سے روگردانی کی اور قرآن کو محض پڑھنے اور رکھنے کے برابر سمجھ لیا تو وہ فوراً گر پڑے اور دشمنوں نے ان پر قبضہ کر لیا چونکہ مقابلہ کرنے سے فرق کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اس لئے ہم دیگر اقوام کی مثالیں دیکر اس چیز کو واضح کرتے ہیں۔

زیادہ اور کچھ نہیں ہوتا کہ قوموں کے چند رسم ورواج اور قوانین بدل جاتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس تبدیلی سے لوگ بالکل نیست ونابود ہو جائیں۔ جہاں تک انسان غور کرتا ہے کبھی بھی یہ دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ اصلاح خلق کے لئے بُت پرستی عیسائیت سے بہتر ہے اور یہ ایسا دعوےٰ ہے جیسا کہ اسلام کے دُشمن اسلام پر حملہ کرنے کے وقت کرتے ہیں کہ "اسلام سے پیشتر مشرقی قومیں بہت خوشحال اور آباد تھیں اور ان کی تہذیب بہت اعلیٰ تھی۔ لیکن اسلام نے آکر اُن کی تہذیب کو مٹا دیا" حالانکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معاملہ اس کے برعکس نظر آئیگا اور معلوم ہوگا کہ اسلام سے پیشتر مشرقی تہذیب تقریباً نابود ہو چکی تھی لیکن اسلام نے اُسے از سر نو زندہ کر کے اس کی بنیادیں قائم کر دیں۔ جس کے نتیجہ میں بغداد، بصرہ، سمرقند، بخارا، شام، مصر، قیروان اور قرطبہ وغیرہ بڑے بڑے شہر آباد ہو گئے اور حق تو یہ ہے کہ دنیا میں مشرقی تہذیب کا جس قدر بھی اثر ہے، وُہ صرف اسلام کی وجہ سے ہے۔ جس نے مسلمانوں کو ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دیکر اُن ملکوں میں بھیجا، جہاں پر پرانے زمانے کے کسی مشرقی کو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ وہاں تک پہنچا جا سکتا ہے۔

پس اِس بارے میں نہ تو اسلام کا قصور ہے اور نہ قرآن کی کوتاہی بلکہ مشرقی تہذیب کے ضائع ہونے کے صرف دو سبب ہیں۔ ایک تو اسلامی ممالک پر صلیبیوں کے بیرونی حملے ہیں . . . اور دوسرے منگولوں کی اندرونی یورشیں۔ چنانچہ ان دونوں فریقوں نے اسلام کی محنتوں کو اپنے وحشیانہ سلوک سے تباہ و برباد کر دیا اور اس کے بڑے بڑے ملکوں کی تہذیب کو اُڑا کر رکھ دیا۔ علاوہ ازیں مسلمان بادشاہوں کی باہمی لڑائیاں، خواہشاتِ نفسانی کی پیروی، گمراہی، قرآن کے احکام کی نافرمانی اور ترکِ اخلاق نے اسلام اور اسلامی تہذیب کو وہ وہ نقصانات پہنچائے ہیں جو بیرونی دشمن بھی نہیں پہنچا سکے۔ لیکن مشرقی تہذیب کو جس قدر نقصانات پہنچے ہیں، اُن سب کا گناہ ان

کیا اب بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم رُوسیوں کی ذلت کا موجب ہے یا سُورج دیوتاؤں کی عبادت سے جاپانیوں کو یہ ترقی اور عزت حاصل ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا عقلمندوں کو چاہیئے کہ وُہ مذہب کو کسی قوم کی عزت اور ذلت کا معیار نہ بنائیں بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ترقی اور تنزل کے لئے اور بہت سی وجوہات ہوتی ہیں جن کے سامنے مذہب کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اِس موقع پر ہمیں جاپانیوں کی ترقی اور تہذیب کے حق میں دلائل پیش نہیں کرتے ورنہ ہم ثابت کرتے کہ مقدس گھوڑے کے عقیدہ نے بھی، جس کے متعلق اہل جاپان کا خیال ہے کہ وُہ خاص خدا کی سواری کے لئے مقرر ہے، جاپانیوں کو ترقی کرنے سے نہیں روکا، اور نہ انہیں ایسی فطری ہمّت اور عقلمندی سے فائدہ اٹھانے سے محروم کیا ہے۔ اگرچہ مختلف قوموں کی تاریخ میں اِس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں، لیکن ہم صرف مندرجہ بالا مثالوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں بلکہ اگر بعض عیسائیوں کی طرف سے ہمیں یہ طعن نہ دیا جاتا کہ مسلمانوں کی ذلت کی وجہ ان کا مذہب ہے اور یہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"۔ تو ہم سرے سے اِس موضوع پر قلم ہی نہ اُٹھاتے

مراکش کے گورنر جنرل موسیو سان نے ایک فرانسیسی اخبار میں ایک آرٹیکل شائع کر کے مراکش کے تنزل کو "شب اسلام" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اگر بعض اسلامی ملکوں کے چند روزہ زوال کو "شب اسلام" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تو "شب عیسائیت" کا بھی تصور کرنا چاہیئے جس میں یورپ تقریباً ایک ہزار سال تک مبتلا رہا، فرمایئے یہ شب عیسائیت کس قدر لمبی ہوگی؟

بہر حال یہ انصاف سے بعید ہے کہ مذہب کو ترقی اور زوال کا معیار قرار دیا جائے۔

قرآنِ حکیم اور علم و حکمت کی ترغیب

اگر مسلمان ترقی کرنا چاہیں اور دوسری ترقی یافتہ اقوام کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہونا چاہیں تو ان کا مذہب (اسلام) ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا بلکہ ان کی ہمت اور دانشمندی کو اور زیادہ بڑھاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے اوراق علم و حکمت کی ترغیب سے لبریز ہیں۔ ہم اس ضمن میں چند قرآنی آیات پیش کرتے ہیں:-

۱۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ یعنی کیا جاننے والے یا نہ جاننے والے کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟

۲۔ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ یعنی اسے علم میں اور زیادہ طاقت دی ہے۔

۳۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ یعنی اس کی تفسیر اور مطلب سوائے اللہ کے اور بڑے عالموں کے کوئی نہیں جانتا۔

۴۔ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ یعنی خدا یہ گواہی دیتا ہے کہ اس کی ذات کے سوا اور فرشتوں اور عالموں کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو حق پر ہے۔

۵۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ یعنی وہ عالموں کے سینوں میں کھلی ہوئی آیتیں ہیں۔

۶۔ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ یعنی خدا تعالےٰ مومنوں اور عالموں کے درجوں کو بلند کرتا ہے۔

۷۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ یعنی اور انہیں کتاب اور دانشمندی سکھاتا ہے

وحشی فرنگیوں، منگولوں اور ان مسلمانوں کی گردنوں پر ہے جنہوں نے قرآن کریم کے احکام کو پس پشت ڈال کر، اس کی آیتوں کو مفت میں فروخت کر دیا۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ فرنگیوں نے عیسائیت کو کہیں تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدیوں میں جا قبول کیا۔ حتیٰ کہ یورپ کے مشرقی حصہ کے بعض باشندوں نے دسویں صدی میں عیسائیت کی طرف توجہ کی، لیکن یورپ کی وہ ترقی جو اسے علوم و فنون کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے، وہ تو محض چار صدیوں سے آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے۔ گویا ان کی یہ ترقی، قبول عیسائیت کے تقریباً سات آٹھ سو، بلکہ ایک ہزار سال بعد شروع ہوتی ہے۔ اس سے ہمارا مطلب یہ نہیں کہ اس عرصہ سے پیشتر یورپ کے تمام باشندے تاریکی اور جہالت میں تھے، بلکہ ہمارا مطلب صرف اتنا ہے کہ اس زمانے میں عربوں کی تہذیب ان سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور اکمل تھی اور اس بات کی گواہی لوئس برتران اور اس کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ مورخوں کے سوائے تمام فرنگی تاریخ نویسوں نے دی ہے۔

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ ایک مشہور و معروف انگریز فلاسفر مسٹر ویلز نے مشرقی تہذیب کے بارہ میں ایک تاریخ لکھی اور وہ موسیو گروسہ فرانسیسی مشہور تاریخ نویس کی طرح یہ گواہی دیتے ہیں کہ قرون وسطیٰ میں اہل عرب فرنگیوں کے استاد تھے اور اس زمانہ کے فرنگی، اہل عرب کی شاگردی کو اپنے لئے قابل فخر سمجھتے تھے۔

قدیم یورپ کا تنزل اور موجودہ ترقی کے اسباب

کیا ہم ان صاف اور صریح شہادتوں کے بعد بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یورپ کی ہزار سالہ گمراہی اور قرون وسطیٰ کی جہالت محض عیسائیت کی وجہ سے ہے۔ ہاں، اس میں کوئی شک نہیں کہ پروٹسٹنٹ عیسائی، مذہب ہی کو مجرم قرار دینے میں، کہ مذہب سے ان کی مراد کیتھولک مذہب ہے۔ ان کا دعوےٰ ہے کہ اہل یورپ نے اسی وقت

کرنے کی ترغیب ہے تو وہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ علم سے مراد محض علمِ دین نہیں، بلکہ تمام علوم ہیں۔ جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ عطف اور معطوف کی صورت میں ہر ایک چیز اپنی الگ حیثیت رکھتی ہے اور دونوں سے مراد ایک ہی چیز نہیں ہوتی مثلاً یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کی آیت سے ظاہر ہے کہ حکمت اور چیز ہے اور کتاب دوسری چیز ہے۔ حکمت سے مراد وہ آیتیں نہیں ہیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں، بلکہ ان آیتوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ اس امر کا ثبوت اس حدیث میں موجود ہے جس میں رسولِ کریمؐ نے فرمایا ہے۔ "علم سیکھو، خواہ تمہیں چین تک جانا پڑے" پس یہ ظاہر ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد علم سے، علم دینی ہوتی، جیسا کہ خود سیکار کا دعوے ہے، تو چین کو جانے کے لئے نہ فرمایا ہوتا کیونکہ چینی لوگ تو بُت پرست ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں بعض آیتوں کے سباق و سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ علم سے مراد عام علوم ہیں، چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔	یعنی کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے آسمان سے پانی بھیجا ہے جس سے مختلف رنگ کے پھل، سُرخ اور سیاہ مختلف رنگ کے پہاڑوں اور انسان چارپائی اور مختلف رنگ کے مخلوقات پیدا کئے ہیں۔ تحقیق خدا سے بعض علماؤں کو خوف ہے۔

پس اس جگہ علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو مذکورہ بالا چیزوں یعنی پانی، نباتات، پہاڑوں، رنگ برنگ کے جانوروں اور ان کے اسرار کا علم اور واقفیت رکھتے

۸ - یُؤتِی الحِکمَۃَ مَن یَّشَاءُ وَمَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا
خدا جسے چاہتا ہے اُسے دانشمندی دیتا ہے اور جسے دانشمندی ملتی ہے گویا اُسے بڑی بھلائی عطا کی گئی ہے۔

۹ - فَقَد آتَینَا آلَ اِبرَاہِیمَ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ وَآتَینَاھُم مُّلکًا عَظِیمًا یعنی ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور انہیں بڑی حکومت عطا کی گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایک جگہ خاص عربوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:-

ھُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الاُمِّیِّینَ رَسُولًا مِّنھُم یَتلُو عَلَیھِم آیَاتِہٖ وَیُزَکِّیھِم وَیُعَلِّمُھُمُ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ وَاِن کَانُوا مِن قَبلُ لَفِی ضَلَالٍ مُّبِینٍ۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے اَن پڑھ لوگوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو ان کو خدا تعالےٰ کی آیتیں پڑھ کر سُناتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے، انہیں کتاب اور دانشمندی سکھلاتا ہے اور اس سے پیشتر لوگ سخت گمراہی میں تھے۔

بعض مخالفین کا یہ دعوےٰ ہے کہ جس علم کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، وہ تو محض علم دین ہے۔ اور ان ہی مخالفین میں سے مراکش کا ایک شخص سیکار نامی بھی ہے۔ اس نے اسلام کے خلاف کچھ کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ایک رسالہ "مراکش الکاتولیکیہ" میں لکھتا ہے کہ "جس علم کا ذکر قرآن میں آیا ہے، وہ تو محض علمِ دین ہے، اس سے کبھی بھی دوسرے علوم مراد نہیں ہیں اور مسلمانوں نے علم کے لفظ کو صرف اس لئے عام کیا ہے کہ دوسروں کو یہ دکھایا جاسکے کہ قرآن نے کس قدر علوم کی قدر کی ہے"۔ گویا کہ سیکار نے اس قسم کی بیہودگیوں اور جہالت کے ساتھ یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام کو سوائے علم دین کے اور کسی علم سے دلچسپی نہیں ہے۔ چونکہ اس کی کوئی بات معقول نہ تھی، اس لئے ہم نے اس کا جواب دینا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ جو شخص علم اور حکمت کی آیات کے علاوہ ان آیتوں پر ذرا سا بھی غور کرے، جن میں زمین کی سیر و سیاحت

نزاع کر رہے گی۔

حامیانِ ترقی سے ایک آخری لفظ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلانا مقصود ہو تو قرآن کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم یورپ کی طرح قومی ترقی چاہتے ہیں نہ کہ دینی ترقی۔ بس ان لوگوں کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا مقصود بھی ترقی ہے۔ خواہ وہ ترقی قومی ہو یا دینی، لیکن جس چیز سے ہمیں خوف معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنی ترقی کی بنیادیں قرآنی تہذیب پر قائم نہ کیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان ملحد، نفس پرست اور گمراہ ہو جائینگے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کی ترقی کا نقصان اس کے فائدے سے کہیں زیادہ ہوگا۔ کیونکہ جب تک علمی ترتیب کے ساتھ ساتھ دینی تربیت کی رہنمائی نہ ہوگی، اُس وقت تک نقصان ہی رہیگا۔ اس خیال کو دل و دماغ سے دُور کر دینا چاہئے کہ یورپ کی ترقی محض قومی ترقی تھی اور اس میں دینی تربیت شامل نہ تھی۔ چنانچہ تیس سال کا ذکر ہے کہ وزیر اعظم جرمنی نے پارلیمنٹ میں لیکچر دیتے ہوئے کہا تھا کہ "ہماری ترقی عیسائیت پر مبنی ہے"۔ پس اگر جرمنی جیسی گورنمنٹ جو علوم و تمدن میں اپنی مثال آپ ہے، اعلان کرتی ہے کہ اس کی ترقی دینی تربیت پر قائم ہے تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی؟ نیز کیا جرمنی، انگلینڈ، یا دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں کوئی ایسی بھی یونیورسٹی مل سکتی ہے جس میں دینی علوم کی تعلیم نہ دی جاتی ہو؟

علاوہ ازیں یورپ میں جو قومی ترقی، وطنی ترقی اور قومیت کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو قوم و وطن سے ملک کی مٹی، پانی، درخت اور پتھر مراد نہیں ہوتے، بلکہ ان سے مراد ایک خون کے لوگ ہیں بلکہ قوم اور وطن کا مجموعہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ قوم جو ایک ہی ملک میں رہتی ہو . اور تاریخ، رسم و رواج، مذہبی عقائد اور اخلاق و عادات وغیرہ ایک ہی ہوں اور یہی وہ چیز ہے جس کی حفاظت کے لئے وہ لڑتے ہیں

ہیں، نہ کہ نماز اور روزہ کے عالم۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ جب سیکار نے اسلامی تہذیب انکار کر دیا اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ اسلام کی کوئی تہذیب نہیں ہے تو میں نے یہ خیال کیا تھا کہ اگر اسے حقیقت معلوم ہو جائے تو شاید وہ اپنی رائے سے باز آجائے۔ چنانچہ میں نے اس کے اس دعوے کا جواب "المنار" میں دیا اور نہایت مؤدبانہ طور پر مناظرہ کر کے عیسائی تہذیب کی تعریف کی اور اس کے ساتھ ہی اس خیال کی مدلل تردید کی کہ عیسائیت نے یورپ کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کی تھی یا یہ کہ رومانی اور یونانی سلطنتوں کے زوال کی وجہ بھی عیسائیت ہی تھی۔

میرے اس کارِ خیر کے بدلے میں سیکار نے چند آرٹیکل شائع کئے اور اسلام کے متعلق اس حد تک بدزبانی کی کہ اگر ہم اس کا جواب دینے کو آئیں تو عیسائیت کے متعلق کچھ شبہات اور اعتراضات کا ذکر کرنا ضروری ہو جائیگا' لیکن ہم ان چیزوں کو تہذیب اور انصاف سے بہت دور سمجھتے ہیں کہ ہم ایک متعصب پادری یعنی سیکار کی خاطر اپنے تمام عیسائی بھائیوں کو ناراض کریں۔ نیز ہمارے نزدیک، جو شخص ایک معمولی بات تک نہیں سمجھ سکتا اور محض تعصب کی وجہ سے علم کا مطلب، علمِ دین سمجھتا ہے، جواب کا مستحق نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ فرانسیسی شخص، شہر رباط میں دفتر امورِ اسلامیہ میں ملازم ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اس نے افریقہ کے مسلمان بربریوں کو عیسائی بنانے کے سلسلہ میں موسیو لوئیس رینو مدیر امورِ اسلامیہ، کرنل مارکو ڈائرکٹر آف پریس اور کرنل ماریو مساعد امورِ اسلامیہ وغیرہ کو بہت امداد دی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ فرانسیسیوں نے اس قسم کے لوگوں کو اسلامی کاموں میں صرف اس لئے مقرر کر رکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ مراکش میں اسلام کی بنیادوں کو گرا دیں۔ لیکن ایک دن ایسا ضرور آئیگا۔ خواہ وہ کتنا ہی دور کیوں نہ ہو، جب کہ فرانس کو عزتِ اسلام کی توہین کرنے کی

سیرت کمیٹی کی سرگرمیاں ۱۹۳۵ء میں

میں برادرانِ اسلام کی خدمت میں سیرت کمیٹی کی ۱۹۳۵ء کی کارگذاری کے مختصر نوٹس
اعداد پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ۱۹۳۴ء تک سیرتِ نبوی کے تراجم ۱۹ زبانوں میں شائع
ہوئے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں دو زبانوں کا اور اضافہ ہوا۔ ایک سنگھالی کا اور دوسرے جاپانی کا
۱۹۳۴ء تک سیرتِ نبویؐ کی کل ۱۴ لاکھ تقریریں مفت تقسیم ہو چکی تھیں۔ اب ۱۹۳۵ء میں وہ
تمام مطبوعات جو دفتر سیرت سے نکلیں، ان میں سے ۶۵ ہزار سیرت کی تقریریں ہیں، ۱۵ ہزار پوسٹر
ہیں، ۴۷ ہزار اشتہارات اور خطبات ہیں اور ۹ ہزار رسائل ہیں۔ سالِ رپورٹ میں، کل ۵۷۶
اصلاحی اور تبلیغی مضامین کی نقول اسلامی اخبارات کو بھیجی گئیں۔ ۱۹۳۵ء کا ایک اور قابلِ ذکر کام
جاپان میں اشاعت اسلام کی خدمت کا آغاز ہے۔ سیرتِ موعودؑ کے جاپانی ترجمہ کی ۵ ہزار کاپیاں
ٹوکیو میں چھپا کر اہلِ جاپان میں مفت تقسیم کرائی گئیں، کئی ہزار انگریزی رسائل بھیجے گئے۔
اس کے علاوہ جناب میاں عبد العزیز صاحب بیرسٹر ایٹ لاء جنہوں نے جاپان میں اشاعتِ
سیرت کمیٹی کیلئے ایسی اعزازی خدمات پیش کی تھیں، جاپان میں تشریف فرما ہیں اور اشاعتِ سیرت
کیلئے سرگرم کوشش فرما رہے ہیں۔ آخر دسمبر تک ۷۰۰ جامع مسجدیں درج رجسٹر ہو چکی ہیں جن
کے خطیب صاحبان نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ سیرت کمیٹی کے مجوزہ خطباتِ جمعہ کو اپنی اپنی مساجد
میں سنایا کریں گے۔ ۱۹۳۵ء کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اس میں سیرت کمیٹیوں کی تنظیم کا کام شروع
کیا گیا۔ دسمبر ۱۹۳۴ء تک صرف ۶ سیرت کمیٹیاں مرکز سے وابستہ تھیں۔ اب آخر دسمبر تک ملحق
اور باقاعدہ سیرت کمیٹیوں کی تعداد ۴۶ تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں سات کمیٹیاں غیر ملکی ہیں
اور یہ تمام کمیٹیاں اپنے حلقہ میں نہایت ہی مفید خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں
سیرت کمیٹی نے ان مسکوحہ عورتوں کے متعلق ایک سکیم شروع کی جو ارتداد کی آڑ لیکر عدالتوں سے

پس اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہوں تو انہیں جان اور مال کے ساتھ پوری طرح جہاد کرنا چاہئے۔ اس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ مَیں نے حصول علم کی بھی ترغیب دلائی ہے مگر اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ مغربی فلاسفروں کے نظریوں اور ایجادات کا علم حاصل کیا جائے۔ بے شک یہ چیزیں مفید ہیں مگر علم حقیقی محض یہ ہے کہ نفس اور دولت کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ جب یہ بات کسی قوم میں پیدا ہو جائیگی تو وہ باقی علوم پر خود بخود حاوی ہو جائیگی۔ کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے اس کا عالم ہونا ضروری نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حکیم الشرق سید جمال الدین الافغانی نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب کبھی کسی جاہل شخص کا بیٹا بیمار پڑ جائے تو وہ فوراً بہترین ڈاکٹر تلاش کرتا ہے۔ حالانکہ وہ علم طب سے بالکل بے بہرہ ہوتا ہے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ محمد علی امیر مصر عالم نہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے مصر کو اس حد تک بیدار اور زندہ کر دیا تھا کہ تھوڑے سے ہی عرصہ میں اُسے بڑے بڑے خوشحال اور معزز ملکوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ یہ محض ان کا عزم اور ترغیب علم وعمل کا نتیجہ تھا۔

اگر مسلمان ہمت سے کام لیں اور احکام قرآن کی پیروی کریں تو بے شک وہ بھی علم اور ترقی کے لحاظ سے، فرنگیوں، امریکیوں اور جاپانیوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ ہم میں کمی صرف اتنی ہے کہ ہم کام کچھ نہیں کرتے اور مایوسی اور ناامیدی میں ڈوبے رہتے ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ناامیدی کو اپنے دلوں سے محو کر دیں اور اس یقین کے ساتھ کوشش کرتے رہیں کہ ہم اپنے کام، اپنی کوشش، اپنی ہمت اور اپنی کتاب کے احکام پر عمل کرنے کے ذریعہ سے ضرور اپنے مقصد تک پہنچ جائینگے۔ آخری نقطہ یہ ہے کہ ہم جان اور مال سے جہاد کریں۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی جنہوں نے ہمارے لئے جہاد کیا۔ ہم انہیں اپنے راستے دکھائینگے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

شکیب ارسلان

انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ

قرآن عزیز

مع فوائد موضح القرآن حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ دہلوی بہ تحشیہ جدیدہ حضرت مولینا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور

اگر آپ ایسا قرآن شریف چاہتے ہیں جس کا ترجمہ لے لطیر ہوا اور حواشی ہندوستان بھر کے اکثر جید ترین علماء کے مصدقہ ہوں تو وہ انجمن خدام الدین لاہور سے مل سکتا ہے۔ اس کے حاشیہ پر فوائد موضح القرآن کے علاوہ حضرت مولینا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور کے مندرجہ ذیل مضامین بھی ہیں۔

(۱) ہر ایک سورۃ کا عنوان (۲) ہر رکوع کا خلاصہ اور اس کا ماخذ (۳) ربط آیات (۴) مناسب موقعوں پر واقعات جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط۔

مندرجہ بالا حواشی کو ہندوستان بھر کے جید ترین علماء کرام نے ملاحظہ فرما کر اس پر تقریظات لکھی ہیں جو قرآن شریف کے شروع میں بعینہ اُن کے اصلی دستخطوں سے شائع کی گئی ہیں۔ جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) اعلیحضرت سیدنا و مولنا سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت مولنا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند (۳) حضرت مولنا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند (۴) حضرت مولنا سید محمد سلیمان صاحب ندوی (۵) حضرت مولنا عبدالعزیز صاحب فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ (۶) حضرت مولنا خواجہ عبدالحی صاحب شیخ التفسیر جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی (۷) حضرت مولنا سلطان محمود صاحب مدرس اول مدرسہ فتحپوری دہلی (۸) حضرت مولنا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی۔

علاوہ ان علمی خوبیوں کے کتابت طباعت صحت کاغذ جلد پر خاص توجہ کی گئی ہے جس کے باعث قرآن شریف ظاہری صورت میں بھی نہایت دیدہ زیب ہو گیا ہے۔ اس کی لمبائی ۱۱ انچ اور چوڑائی ۷½ انچ ہے حجم ۹۲۴ صفحات۔ یہ قرآن شریف چار قسم کے کاغذ پر طبع ہوا ہے ہر قسم کا ہدیہ علیحدہ علیحدہ ہے۔

تفصیل ہدیہ قرآن عزیز ہر چہار قسم

قسم خاص آرٹ پیپر ۴۸ پونڈ ۔ ہدیہ مجلد علاوہ محصول ۱۰؎ مع محصول و پیکنگ ۱۱؎

قسم اول ولایتی کاغذ سفید ۲۸ پونڈ } ہدیہ مجلد = ۵؎ = ۶؎
غیر مجلد = ۴؎ = ۴؎

قسم دوم گلیز ڈبادامی ۳۲ پونڈ

ہدیہ مجلد علاوہ محصول ۴؎ مع محصول و پیکنگ ۵؎

بلا جلد = ۳؎ = ۴؎

قسم سوم سہری ۲۳ پونڈ

ہدیہ مجلد علاوہ محصول ۳؎ مع محصول و پیکنگ ۳؎

بلا جلد = ۲؎ = ۳؎

ملنے کا پتہ: مہتمم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

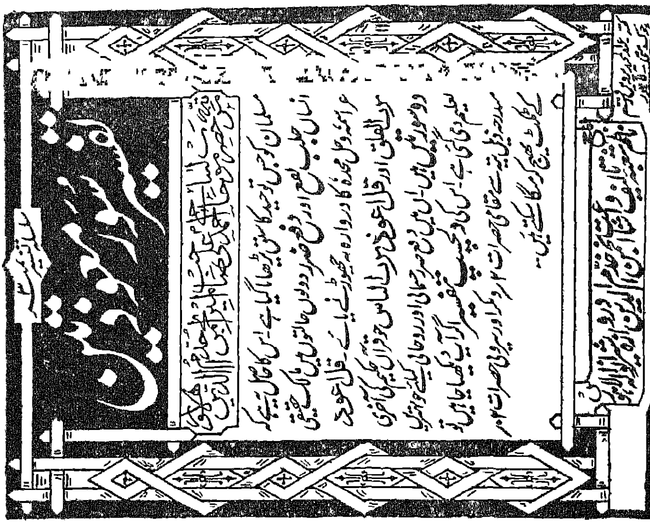
نوٹ ضروری } (۱) وی پی اُس وقت تک نہیں بھیجا جائے گا جب تک کم از کم محصول اور پیکنگ کی رقم پیشگی وصول نہ ہو جائے۔
(۲) ایک سیر از میل تک ڈاک کی بجائے سواری گاڑی کے ذریعہ منگانے میں خرچہ کم پڑیگا۔ البتہ اسی تکلیف ہوگی کہ سٹیشن سے منگوانا پڑے گا۔

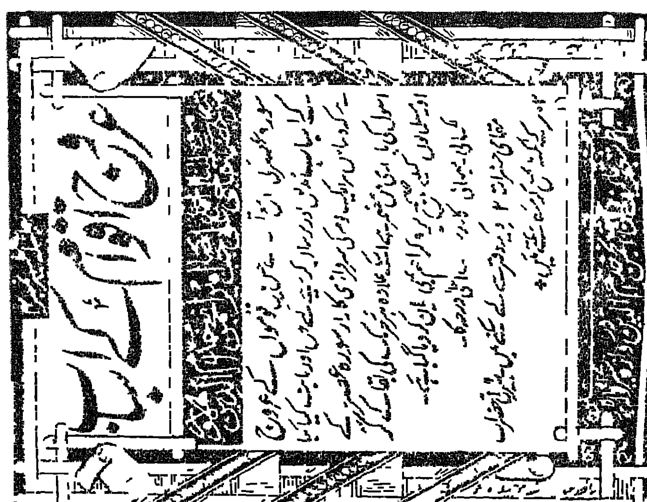
۳ جلدوں کا ذکر اوپر ہدیہ قرآن عزیز کے تحت میں کیا گیا ہے وہ تو
ہوائی میں کہو کہ ۸ آنے میں اچھی جلد ڈالدی نہیں تیار ہو سکتی البتہ

کی جلد بھی کافی اچھی ہے کاغذ کا ذکر آچکا ہے اس لئے اچھی جلدوں کے قرآن بھی ہر وقت تیار مل سکیں گے

فتح مکہ کی طرح کی ڈگریاں حاصل کر لیں ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں بھی یہ جدوجہد جاری رہی۔ ۹۰ مضامین اخبارات کو بھیجے گئے، علماء کو توجہ دلائی گئی، ڈاکٹر سر محمد اقبال کے ہاں متعدد مشورے ہوئے۔ الحمدللہ کہ ان ہمہ گیر کوششوں کا بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ تجویز کے مطابق اس فتنہ کے انسداد کا بل اسمبلی کے سامنے پیش ہے اور توقع ہے کہ ہمیشہ کیلئے اس فساد کی جڑ کٹ جائیگی۔ اخراجاتِ حج میں تخفیف کی کوشش کی گئی چنانچہ سلطان ابن سعود نے اخراجاتِ حج میں ۲۵ فیصدی کی تخفیف کا اعلان فرمایا ہے، اس میں سیرت کمیٹی کی کوششیں بھی شامل تھیں۔ ۱۹۳۵ء میں دو نئی تحریکوں کی بنیاد رکھی گئی۔ ایک تحریک تبلیغ قرآن کی اور دوسری تنظیم زکوٰۃ اور بیت المال کی۔ تبلیغ قرآن کیلئے تقریباً پانچسو روپیہ جمع ہو چکا ہے اور عنقریب ہی قرآنی لیکچروں کی اشاعت شروع ہو جائیگی اسی طرح بہت سے شہروں میں زکوٰۃ کی تنظیم اور بیت المال کے قیام کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ ۱۹۳۵ء کی ایک اور حوصلہ افزا علامت یہ ہے کہ اخبار ایمان کی اشاعت اور سرمایۂ سیرت میں خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۴ء میں اخبار کی اشاعت ڈیڑھ ہزار اور سرمایۂ سیرت کی مقدار ۵۸۱۲ روپیہ تھی لیکن اب اخبار کی اشاعت ۵½ ہزار ہے اور سرمایۂ سیرت میں آٹھ نو ہزار روپیہ نقد اور ۴½ ہزار روپیہ (موعودہ امانت) یعنی کل بارہ تیرہ ہزار روپیہ نقد موجود ہے (الحمدللہ) لیکن ۱۹۳۵ء میں فضلِ خداوندی کی سب سے بڑی اور آخری بشارت یہ ہے کہ ایک صاحبِ دل مسلمان نے خادمِ سیرت کو یہ اجازت دی ہے کہ کسی ریلوے اسٹیشن کے پاس کم از کم ایک سو ایک ایکڑ زمین خرید کر وہاں یتیموں، نومسلموں، دینِ حق کے مبلغوں اور صنعتی اور تجارتی تعلیم کے طالبعلموں کیلئے دیال باغ آگرہ کے طریق پر نوآبادی کی بنیاد رکھ دی جائے۔ چنانچہ اس غرض سے زمین خریدی جا رہی ہے

اگر یہ کارگزاری کسی لحاظ سے بھی قدر کے قابل ہو تو سیرت کمیٹی صرف یہ امداد چاہتی ہے کہ آپ آئندہ یوم النبی پر جو ۱۲ ربیع الاول کو منعقد ہو رہا ہے، اپنے شہر میں سیرت نبوی کی اشاعت کیلئے نہایت اہم اور شاندار جلسہ کیجئے اور اس میں سب لوگوں کو نئے سال کی تقریر سیرت پڑھ کر سنائیے اور ایسے تمام مقامی تعلیم یافتہ لوگوں میں، وہ مرد ہوں یا عورت، ہندو ہوں یا مسلمان، مفت تقسیم کیجئے۔ بس سیرت کمیٹی کی امداد صرف اسی قدر ہے۔ قیمت تقریر — ۵ روپیہ فی ہزار۔ ۶۰ روپیہ فی سیکڑہ محصولڈاک الگ۔ کی ۶ تقریریں منگوائیں۔ (سکرٹری سیرت کمیٹی پٹی۔ ضلع لاہور)





سلسلہ تفسیر نمبر

اصول ہزیمت اعدائے اسلام

مرتبہ حضرت مولینا حاجی احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور

اگر آپ دشمنانِ اسلام کی بربادی کا پروگرام قرآن حکیم سے دریافت کرنا چاہیں تو "سورۂ کوثر" کی تفسیر مرتبہ حضرت مولینا حاجی احمد علی صاحب مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر دیکھیں۔ اتنا بڑا مہتم بالشان قانون اس چھوٹی سی سورۃ میں گویا دریا کوزے میں بند کیا گیا ہے۔ مقامی حضرات ۲ر دیکر دفتر سے لے سکتے ہیں۔ بیرونی حضرات ۲ر کے ٹکٹ بھیجکر منگا سکتے ہیں۔

المعلن ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

سلسلہ تفسیر نمبر۱

فرائض علمائے کرام وصوفیائے عظام

مرتبہ حضرت مولینا حاجی احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور

علمائے کرام وصوفیائے عظام کی زندگی کا نصب العین اور اشاعت کتاب وسنت کا صحیح معیار ولولہ انگیز پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورہ قریش کی نہایت ہی عمدہ اور سبق آموز تفسیر ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت دیدہ زیب۔ مقامی حضرات ۲ر دیکر دفتر سے لے سکتے ہیں۔ بیرونی حضرات ۲ر کے ٹکٹ بھیج کر منگا سکتے ہیں۔

المعلن ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

۵۰۰ صفحوں کی ۱۶ قابل دید کتابیں

صرف ڈیڑھ روپیہ میں

سیرت کمیٹی پٹی کی شہرہ آفاق ۱۶ کتابوں کا سٹ منگوائیے۔ ان کتابوں میں رسول اللہ صلعم کے حالات مبارک بھی ہیں اور صحابہ کرام رضی کے حالات بھی۔ حقیقت دین اور فلسفہ اسلام کی کتابیں بھی ہیں اور جمعہ اور عیدین کے خطبے بھی اور اصلاحی اور تبلیغی رسائل بھی۔ یہ کتابیں اسلام اور تاریخ اسلام کے ایک پورے کتب خانے کا نچوڑ ہیں اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے فاروق، علامہ سید رشید رضا مصری، مولانا سید سلیمان ندوی، مولینا سید نواب علی ایم اے وزیر تعلیم جونا گڑھ، نواب صدر یار جنگ بہادر، قاضی محمد سلیمان منصور پوری جیسے شہرہ آفاق بزرگوں کے قلم سے ہیں آپ صرف ۱؎ روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر یہ تمام کتابیں جو ایک پورے کتب خانے کا نچوڑ ہیں طلب فرمائیں۔ بچوں اور عورتوں کیلئے ان کا مطالعہ بہت ہی باعث برکت ہوگا فہرست کتب حسب ذیل ہے۔

- مسلمانوں کے افلاس کا علاج (ڈاکٹر ضیاء الدین وغیرہ)
- رحمۃ للعالمین (لارڈ ہیڈلے فاروق)
- پیغمبر اسلام (سید نواب علی ایم اے)
- رہبر عالم (ڈاکٹر خالد شیلڈرک)
- اسلامی تنظیم کی حقیقت (مولینا کشفی شاہ)
- پیغام رحمت (نواب صدر یار جنگ بہادر)
- ۸ کروڑ مسلمانوں کی خدمت کا پروگرام (قریشی)
- پیغام رمضان ,,
- خطبۂ عید الفطر (قریشی)
- خطبۂ عید الاضحیٰ ,,
- معارف معراج ,,
- شہید کربلا ,,
- خطبۂ عید قربان ,,
- زندگی کا پہلا قدم ,,
- بیت المال ,,
- اسباب زوال امت (امیر شکیب ارسلان)

پتہ :- قاضی عبد المجید قریشی سکرٹری سیرت کمیٹی پٹی، ضلع لاہور



اخبار ایمان کا پیغام کیا ہے؟

اخبار ایمان (پندرہ روزہ) آپ کو خدا کی یاد دلاتا رہیگا، آپ کو آخرت کی نیکی کیلئے تیار کریگا۔ آپ کو فرائض و ارکان اسلام پر عمل کرنے کی ترغیب دیگا، آپ کے دل کو نرم کریگا، آپ کو تمام روحانی و اخلاقی گناہوں سے روکیگا اور خیر و اصلاح کیلئے تیار کر دیگا۔ اس کے مطالعہ سے آپ کے اہل و عیال میں انشاء اللہ دینداری اور تقوی کا شوق پیدا ہوگا اور طبیعتیں عمل جد و جہد اور ہمدردی کی طرف راغب ہونگی۔ اخبار کی زبان بہت آسان ہے۔ سارے اخبار میں ایک بھی سطر اشتہارات کی نہیں ہوتی، اس واسطے آپ کے بچے اور عورتیں اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ دینی مضامین کے علاوہ دو صفحوں میں ملکی اور سیاسی خبروں کا پورا خلاصہ درج کر دیا جاتا ہے۔ دنیائے اسلام کے حالات خاص طور پر شائع کئے جاتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس اخبار کی آمدنی تبلیغ اسلام اور اشاعت سیرت کیلئے وقف ہے۔ اس اخبار پر ایک روپیہ سالانہ یا عہ ششماہی جو آپ خرچ کرینگے، یہ اخبار کی قیمت بھی ہے اور سیرت کمیٹی پٹی کی امداد بھی ہے۔ ہر با احساس مسلمان اخبار ایمان کی توسیع اشاعت کی کوشش کرے۔

ہر شہر میں سیرت کمیٹی کی ضرورت

برادران اسلام! کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے شہر یا قصبہ میں ایک ایسی جماعت ہو جو مرکزی سیرت کمیٹی پٹی کے ساتھ مل کر تبلیغ اسلام کا کام کرے اور اس طرح آپ کو بھی خدمت دین کا موقع ملے اور قوم کی اصلاح بھی ہو؟ اگر آپ چاہتے ہیں تو آج ہی دوستوں سے مشورہ کر کے اپنے ہاں سیرت کمیٹی کی بنیاد رکھ دیجئے۔ جس شہر میں سترہ، قصبہ میں آٹھ اور گاؤں میں پانچ مسلمان تحریک سیرت کے ممبر بن جائیں، وہاں سیرت کمیٹی قائم کی جا سکتی ہے۔ ممبر کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اپنی مقامی کمیٹی کو سال کے بعد صرف چار آنے فیس ممبری ادا کرے اور مرکزی کمیٹی سے تعلق رکھنے کی خاطر ہر مہینہ میں ایک آنہ دیکر اخبار ایمان (پندرہ روزہ) خرید لیا کرے۔ اس اخبار کی اصل قیمت دو آنے فی پرچہ ہے مگر ممبران سیرت سے ایک آنہ فی پرچہ قیمت وصول کی جاتی ہے۔ مفصل قواعد و ضوابط پیسہ دیکر مفت طلب فرمالیجئے۔ سیکرٹری سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور

شانتی مشرقی پریس ہال بازار امرتسر میں باہتمام ابو صالح عبداللہ پرنٹر چھپا اور عبدالحمید ایڈیٹر و پبلشر نے پٹی سے شائع کیا